WWW.NOVELSCLUBB.COM

WWW.NOVELSCLUBB.COM

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

WWW.NOVELSCLUBB.COM

حُب

از قلم مرجان قُطب

www.novelsclubb.com

اِنتباہ!

اِس ناول کے تمام حقوق لکھاری مرِجان قُطب کے نام محفوظ ہیں۔

حُب از قلم مرِجان قُطب

پہلی قِسط:

آج آٹھ سال کے طویل عرصے کے بعد وہ اپنی سَرزمین پاکستان پر دوبارہ قدم رکھ رہا تھا۔ وہی جس نے خود اپنے دِل پر پتھر رکھ کر دِل و دماغ کی جانب سے ہار کر کیا گیا وعدہ سچ کر لیا تھا اور اب ایک کامیاب ترین بزنس مین بن کر فرانس سے دوبارہ پاکستان آگیا یہاں بھی اپنی ذہانت، وجاہت، دولت کی دھاک بٹھانے کیونکہ وہ ملک دَستگیر مُصطفیٰ تھا جو بنجر زمین کو بھی چُھو لے تو اُسکو سونا اُگلنے پر مجبور کر دیتا۔ نظروں میں کسی دِلفریب چہرے کی شبیہہ لہرائی تو نہ جانے کیوں کئی سال سے سنبھال کر رکھا دِل سَرپٹ دوڑنے لگ گیا وہی دِل جو بس اُسی لڑکی کے نام کی مالا کئی سالوں سے جپتا آرہا تھا، جو اُسکی کم عمری میں دیکھے جانے والا پہلا خواب تھی۔ جس خواب کو اُسکے اپنے ہاتھوں نے مسل کر رکھ دیا تھا، کیونکہ وہ خواب اُسکی بنجر ہو چکی آنکھوں کے لیئے سہل نہیں تھا۔ اُس سے محبت کا اِدراک بس اچانک سے کسی لمحے کے فسوں میں ظاہر ہو گیا تھا۔ کیسے اُس لڑکی کے عشق میں وہ دیوانہ وار اپنے

ملکؔ کو کئی سالوں کے لیئے الوادع کہہ کر سات سمندر دُور دیس کا باسی تک بن گیا صرف اُس ایک شرط کی وجہ سے جس سے وہ بندھا تھا آج اُسکی تکمیل ہوئی چاہتی تھی۔اِس ملکؔ کو چھوڑتے وقت وہ کم عمر لڑکا تھا اور اب بتیس سال کا وجیہہ مرد۔

سامنے اپنے گھر کے تقریباً سبھی افراد کو دیکھ کر اُسکے چہرے پر تھکن کے باوجود جیسے زندگی دُوڑ گئی۔یہی تو وہ زندگی تھی جس کے لیئے وہ کئی سالوں سے خود پر جبر کرتے رہنے پر مجبور تھا۔نگاہ نے چُپکے سے اُن بہت سارے اپنوں کے ہجوم میں اُسے بھی تلاش کرنا چاہا جسکے لیئے وہ اِتنے سالوں کا بَاس کاٹ کر آیا تھا مگر وہ یہاں کہیں نہیں تھی۔سَر جھٹک کر وہ سب سے مِلنے لگا۔سب کی آنکھیں اُس جگمگاتے شخص کو دیکھ کر بھیگنے لگیں تھیں۔باباجان اور پھر ماں کے گلے لگتے ہی جو ٹھنڈک کا اِحساس ہوا اُس سے اُسکے دِل کے نہاں خانوں تک میں سکون اُترنے لگا۔اُسکو نہ پا کر وہ دِل جو بے چین ہونے لگا تھا سب سے مل کر پھر سے سنبھلنے لگا۔مرتضیٰ چچا، ماریہ چچی،

www.novelsclubb.com

WWW.NOVELSCLUBB.COM

سیف چچا، نگار چچی، وردہ، رِدا، صائم، فروا، عروہ، سلسبیل اور زنجبیل سب سے مل کر وہ حیران سا تھا کہ وقت کیسے سب کو بدل دیتا ہے۔

"چلو بچوں! اب باقی باتیں گھر ہوں گی۔" ساری بچہ پارٹی کو اُس سے وہیں گفتگو کرتا دیکھ کر مرتضیٰ چچا کو سب کو اپنی جانب متوجہ کرنا پڑا تو دستگیر نے بھی چونک کر اُنکو تشویش سے دیکھا جو بے حد کمزور نظر آ رہے تھے۔اور سب اُنکو دیکھ کر جیسے بے چارگی سے ہنستے ہوئے اب اسلام آباد ائیر پورٹ سے باہر نکل کر پارکنگ میں آ گئے جہاں اُنکی تین لینڈ کروزر اور ایک میٹ بلیک رینج رُوور کھڑی تھی۔

"آہ! میرا بُوڑھا بھیڑیا" رینج رُوور کے بونٹ پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اُس نے سب کو ہی ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ سب ہی جانتے تھے کہ دستگیر کو "رینج روورز" کتنی پسند تھیں۔

www.novelsclubb.com

"آپ سب چلیں میں چچا جان کے ساتھ آؤں گا۔" بابا جان کو دو انگلیوں سے سلیوٹ مار کر کہتے ہوئے اُسکے اپنے چچا سے اِس قدر محبت پر اُنکا دِل جیسے سُوگوار ہو کر بھر جانے لگا۔ وہ اپنے باپ مُصطفیٰ حیدر علی کی طرح اپنے سب سے چُھوٹے چچا سے بے حد قریب رہا تھا ہمیشہ سے۔ پہلے جو بات اُنکا ڈھیروں خون بڑھا دیتی تھی اب وہ دِل میں مَلال لانے لگتی تھی۔ اُنہوں نے بغور اپنے سے کئی سال چھوٹے بھائی کو دیکھا جو اُن سب بہن، بھائیوں میں چُھوٹے تھے مگر اب بے حد بوڑھے اور مُضمحل لگ رہے تھے۔ تنگ پڑتے دِل کے ساتھ اُنہوں نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"پھر کیسے رہے اِتنے سال؟" خود پر اُسکی گاہے بگاہے پڑتی متفکر نظروں پر اُنہوں نے جیسے خود پر سے اُسکی نظریں ہٹانے کے لیئے آخر بول ہی پڑے تھے۔

"اچھے تھے، شروع میں مشکل مگر آخر میں کسی قدر آسان۔" ہمیشہ کی طرح اُسکا مختصر لیکن واضح جواب تھا۔ وہ بےاِختیار پھر سے محضوظ ہوئے۔ آنکھیں آسانی کے تصور سے ہی جگمگانے لگی تھیں۔

"آپ اپنا بتائیں، کیا حال کر لیا ہے صحت کا۔ سب خیریت ہے نہ؟" اُسکے وہی سوال جس سے وہ بچ رہے تھے پر اُنکو بےاِختیار نظریں چُراتا پا کر دستگیر کا ماتھا ٹھنکا۔

"نہیں، تم سالوں بعد دیکھ رہے ہو برخوردار شاید اِس لیئے۔" اُنکی پھیکی سی مُسکراہٹ کو اُس نے بغور دیکھا۔ وہ یوں نگاہ چُرا کر کم از کم اُس سے خود کو کبھی نہیں چُھپاتے تھے۔ یہ سالوں کے فاصلے کی وجہ سے تھا یا پھر اُسکا دِل جو کئی سال سے نہ جانے کیوں بےچین اور نڈھال تھا یہ اُسی سلسلے کی کڑی تھی کیونکہ دستگیر کی اُن سے محبت اِتنی ہی خالص تھی۔ اور پھر وہ خاموش رہا اُنہوں نے بھی کسی بات کا آغاز نہیں کیا جو مزید اُسکو متفکر اور خوفزدہ کر رہا تھا۔ وہ اُسکے ساتھ اِتنے تکلف سے کبھی

پیش نہیں آتے تھے۔ وسیع و عریض محل جیسے گھر جسکے دروازے کے باہر سیاہ تختی پر سُنہری رُوشنائی سے "ملک ہاؤس" لکھا تھا کہ آگے اُنہوں نے گاڑی روکی جبکہ دَستگیر جو خیالوں میں گُم تھا، بے ساختہ چونک گیا۔

"سب کچھ ویسا ہی ہے۔" سیکورٹی گارڈ کے دروازہ کھُولے جانے پر گاڑی سرسبز و شاداب سے لان کے بیچ بنے پورچ میں آگئی جو دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ اُس گھر کو دیکھ کر اُس پر کسی فارم ہاؤس کا سا گُمان ہوتا تھا مگر وہ شہر کے وسط میں واقع تین، چار کنال پہ مُحیط زمین تھی جس میں تین وسیع و عریض گھر ایک ساتھ بڑے شان سے سَر اُٹھائے کھڑے تھے۔

"نہیں سب بدل گیا ہے۔" چچا جان کی مدہم بڑبڑاہٹ پر وہ چونک کر اُنکو دیکھنے لگا جواب گاڑی سے نکل رہے تھے۔ سامنے شان سے سَر اُٹھائے کھڑا گھر جو درمیان میں تھا وہ 'ملک مصطفٰی حیدر' یعنی دَستگیر کے باپ کا تھا جبکہ دائیں جانب والا گھر اُسکے عزیز از جان چچا 'ملک مرتضٰی حیدر' اور اُس دُشمنِ جاں کا تھا جو مرتضٰی چچا کی سب

سے بڑی بیٹی تھی اور اُسکے دِل میں اُتر جانے والی پہلا خواب تھی جبکہ بائیں جانب والا گھر 'ملک سیف حیدر' اُسکے سب سے درمیان والے چچا کا گھر تھا۔

"میم! آپکو پھر آج رات دیر سے گھر جانا پڑے گا۔" سحر نے اُسکے آگے فائلز رکھتے ہوئے کہا جو "اِیونٹ" سے مطالق پوری ڈیٹیل اور حساب کتاب پورے دھیان کے ساتھ بنا رہی تھی۔ سحر کی آواز پر اُس نے لیپ ٹاپ سے چونک کر سَر اُٹھایا اور مُسکرا دی۔ وہ مُسکرائی تو اُسکی شہد رنگ آنکھیں بھی ساتھ مُسکرائیں، حجاب کے ہالے میں دھمکتا اُسکا چہرہ لیپ ٹاپ کی روشنی میں مزید نکھر رہا تھا۔

سَر اُٹھا کر اُس نے کھڑکی کی جانب دیکھا جہاں شام اپنے پَر پھیلانے کو مکمل تیار تھی پھر سَر جُھکا کر اُس نے اپنی گھڑی میں ٹائم دیکھا جہاں پانچ بج رہے تھے اور چھ بجے اُس نے ہوٹل میں پہنچ کر سارے انتظامات از سرِ نو دیکھنے تھے اِس لیئے تیزی سے

لیپ ٹاپ بند کر کے اپنے 'پیک بیگ' میں ڈالا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ آفس کی لائٹس بند کر کے وہ باہر آئی جہاں کچھ ایمپلائیز جلدی جلدی کام سمیٹ کر اب گھر جانے کی تیاریوں میں تھے۔

"اللہ حافظ میم" اُسکو آفس سے نکلتا دیکھ کر بہت سے لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسکو جاتا دیکھ کر یک زبان کہا تو وہ سَر ہلا کر مُسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ پارکنگ لاٹ میں آکر اُس نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا اور پھر اپنے آفس کی بلڈنگ سے گاڑی نکال لے گئی جس کے ماتھے پر اُردو میں "زرقون ایونٹ سپیشلسٹ" کندہ تھا۔

"سب کچھ پرفیکٹ ہونا چاہیئے عباد!" اُس نے اپنے بزنس پارٹنر اور سابقہ کلاس فیلو کو اپنی سمتِ آتے دیکھا کر کہا جس نے فوراً سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جیسے اُسکو تسلی دی۔ ہلکے ہوتے کندھوں سے اب وہ ہال کا پھر سے جائزہ لینے کو ایک کونے سے دوسرے کونے میں جاتے ہوئے سارے فنکشن کی تیاری دیکھ رہی تھی جہاں اُسکی ٹیم دِل جمعی سے رات کے فنکشن کی تیاریوں کو آخری ٹچ دے رہے تھے۔

"پرفیکٹ۔" قریب سے آتی ستائش بھری مردانہ آواز پر اُس نے اپنے دھیان سے چونک کر چہرہ پھیرا اور سامنے ہی "ساحل" کو کھڑے دیکھ کر اُسکی شہد رنگ آنکھوں میں ناگواری واضح تھی۔ ستائش کرنے والے نے تیاریوں کے بجائے اُسکو معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے جملہ کسا تھا اور وہ جواب تک نہ جانے کتنے مردوں سے ڈیل کر چکی تھی بہت خوب اِس کل کے لڑکے کو سمجھ رہی تھی جسکے دوست کی آج یہاں شادی منعقد ہونی تھی۔

"کیسی ہیں بھابھی؟" اُسکی ناگواری واضح نظر انداز کرتے ہوئے اُس نے چہک کر کہا جبکہ اُسکا جی چاہا یہ مُسکراتا مُنہ نُوچ ڈالے۔

"جب تمہارا بھائی اور تم مجھے عزت دینے کے قابل ہو جاؤ تب مجھے اِس لقب سے پُکارنا۔" سرد آواز میں کہہ کر وہ اُسکے برابر سے نکلتی چلی گئی جبکہ وہ یونہی مُسکراتی نظروں سے اُسکو جاتے دیکھ رہا تھا جبکہ ذہن میں کیا چل رہا تھا اِس سے وہ خود ہی واقف تھا یا اُسکا خُدا۔

"عباد! تم آج کا فنکشن ہینڈل کر لینا۔ مجھے آج تایا جان جلدی گھر آنے کا کہہ رہے تھے۔" بیگ کندھے پر ٹانگتے ہوئے وہ عباد کے پاس آئی۔

"بالکل! تم بے فکر ہو کر جاؤ پھر کل آفس میں سب ڈسکس کر لیں گے۔" اُسکے ہاتھ سے فائلز لے کر اُس نے کہا جبکہ وہ اُسے نرمی سے دیکھتے ہوئے اب باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ بجتے سیل فون کو بیگ سے نکال کر اُس نے بیگ پیسنجر سیٹ پر رکھا۔

"اسلام و علیکم!" کال اٹینڈ کرتے ہی اُس نے سنجیدگی سے کہا وہی جو اُسکا خاصہ تھی

"جی میں جانتی ہوں۔ میں پہنچنے والی ہوں۔" اُنکو تسلی و تشفی کروا کر الوداعی کلمات کہے بغیر اُس نے کال کاٹی اور گاڑی سٹارٹ کر کے اُسکی سپیڈ بڑھا دی کہ اُسے راستے میں ابھی سبیل اور زینی کے لیئے تحائف بھی لینے تھے۔

"دَستی بھائی! آپکو معلوم ہے آج کیا دِن ہے؟" وردہ نے اُسکے برابر بیٹھتے ہوئے کہا جو دِن بھر آرام کے بعد عصر پڑھ کر مرتضیٰ چچا کے ہاں اُن سب کے درمیان موجود تھا۔ امی اور بابا جان سے مِلنے کا، منانے کا اُسکو وقت نہیں مل رہا تھا یا شاید وہ اُنکا سامنے، اُنکے سوالات کے لیئے اِتنے سال تک خود کو تیار نہیں کر سکا تھا۔ وہاں سب لوگ صبح اور رات کا کھانا روزانہ "مُصطفیٰ صاحب' کے گھر کرتے اور چائے مرتضیٰ چچا کے گھر۔ یہ ازل سے یہاں کا اصول تھا۔ سُواب بھی شام کی چائے پینے کے بعد سب دَستگیر کے لیئے وہاں جمع تھے۔

"جانتا ہوں آج سبیل اور زینی کی سالگرہ ہے۔" اُس نے بھی وردہ کے ہی انداز میں سرگوشی کی۔ اُسکی آنکھیں خوشگوار انداز میں پھیل گئیں کہ اُسکے بھائی اِتنے عرصہ دُور رہنے کے باوجود نہ کچھ بُھولے تھے، نہ بدلے تھے جبکہ دستگیر کی نگاہوں نے اِدھر اُدھر لاشعوری طور پر گھومتے ہوئے سب کزنوں میں اُسکو بھی تلاشنا چاہا جو نہ

www.novelsclubb.com

جانے کہاں تھی۔ وہ اُسکو آنکھ اُٹھا کر کس طرح اَب دیکھ سکے گا؟ وہ اُسکو دیکھے بغیر کیسے رہے گا؟؟

"سالگرہ کا سارا فنکشن زری دو دن سے کر رہی ہے سیٹ۔" اب کے کہنے والا صائم تھا۔ اُس نام پر اُسکے دِل کی دھڑکن بے ساختہ اِیسے تیز ہوئی کہ وہ خود لمحے بھر کے لیئے ساکن سا رہ گیا۔ بالآخر آٹھ سال کے طویل عرصے بعد کسی نے اُس دُلرُبا کا نام اُسکے سامنے لے ہی لیا تھا۔

"ساری تیاریاں فائنل ہیں ہماری طرف۔" فروا نے اُسکی نگاہوں کا سوال کسی حد تک پڑھ لیا تبھی بولی۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں سب کی سالگرہ باری باری ہر سال الگ الگ گھر میں منعقد ہوتی ہے اِسی لیئے خاموش ہی رہا۔ اُسکی خاموشی پر صائم نے بغور اُسکو دیکھا جو یک دَم خاموش ہوتا محسوس ہوا تھا اُسکو یا اُسکا وہم تھا۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہائے!" وہ یونہی گُم سُم رہتا کہ کسی کی چہکتی آواز پر سب کے ساتھ اُس نے بھی چونک کر دیکھا اور سامنے "نیہا" کو دیکھ کر اُسکی آنکھوں میں جو ناگواری دَر آئی تھی اُس پر سب نے ہی ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"کیسے ہو ہینڈ سم؟" بے تکلفی سے نیہا کہہ کر عین سامنے صوفے پر بیٹھ گئی مگر اُسکی نظریں دوبارہ اُسکے چہرے تک نہیں گئیں نہ ہی اُس نے جواب دینا ضروری سمجھا۔

"تم کچھ زیادہ ہی رُووڈ اور بد تمیز نہیں ہو گئے۔" اُسکے یوں بے نیاز انداز پر اُس نے ناک چِڑھا کر جسطرح کہا سب کے چہروں پر ہی مُسکراہٹ دُوڑ گئی سوائے اُسکے۔

"اِسے ریزرو ہونا بھی کہہ سکتے ہیں۔" یہ کہنے والی رِدا تھی جسے یہ 'لنڈہ بازار نیہا' بالکل بھی پسند نہیں تھی لیکن وائے افسوس۔۔۔

"بڑے خوبصورت ہو کر آ گئے ہو۔" اُسکے بے باکی سے کہنے پر دَستگیر نے تادیبی نظروں سے اُسکو دیکھا جسکی نگاہوں میں آج بھی اُسکے لیئے وہی بے باک وارفتگی

WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی جس سے وہ اول روز سے خار کھاتا آیا تھا اور اِس سے پہلے کہ وہ ضبط کھوُ دیتا فروہ نے آکر جیسے نیہا کو بچا لیا تھا دَستگیر کے قہر سے۔

"سب ہمارے گھر چلیں وہاں سارا ارینج منٹ ہو چکا ہے۔" فروہ فون پر عروہ کا میسج پڑھتے ہوئے تیزی سے کھڑی ہوئی اور اعلان کرنے والے انداز میں کہا جس پر سبھی جُوش سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"تم بھی اُٹھو نہ۔" دَستگیر کو یونہی بیٹھا دیکھ کر نیہا نے جس حلاوت بھرے انداز پر کہا اُس پر وردہ نے بھسم کرتی نظروں سے اُسکو دیکھا جبکہ صائم نے فوراً چونک کر دَستگیر کو دیکھا جو سُستی سے یونہی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔

"تم سب جاؤ میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔" اُسکی ہنوز تھکی ہوئی آواز پر سب نے ہی اُسکو دیکھ کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر صائم سب کو آنکھ سے چلنے کا اِشارہ کر کے باہر نکل گیا۔

www.novelsclubb.com

"میں بھی۔۔۔۔" اِس سے پہلے کہ نیہا بھی وہیں بیٹھتی وردہ اور رِدا نے آگے بڑھ کر اُسکے ہاتھ پکڑے اور اُسکو گھسیٹ کر اپنے ساتھ کھینچ کر لے گئیں جبکہ وہ چیختی، چلاتی رہی۔ پُرسکون خاموشی پر اُس نے صوفے پر دراز ہوتے ہوئے باز پھیلا کر جلتی آنکھیں موند لیں۔ اُسکو آئے ہوئے کتنے گھنٹے ہو چکے تھے مگر وہ جسکے لیئے وہ مزید خود پر اِختیار کھو کر یہاں آیا تھا وہ یہاں کہیں بھی نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا اُسکے لیئے اب وہ نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ اُسکو دُور سے ہی سہی ایک بار دیکھ لینا چاہتا تھا۔ عجیب سی بے چینی دِل و دماغ میں سَرائیت کرتی جا رہی تھی اور اِس کیفیت کو وہ کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھا۔ دُھکتے سَر کے ساتھ، آنکھیں موندتے ہی پھر سے وہی چہرہ آنکھوں کے سامنے لہرانے لگا جسکے فراق میں وہ اِن آٹھ سالوں میں ایک رات بھی سُکھ سے نہیں سُو سکا تھا۔ اُن آنکھوں کی خاموش گزارش دَستگیر سے اُس وقت بھی کچھ کہہ رہی تھیں جب وہ یہاں سے جا رہا تھا مگر تب وقت نے مُہلت نہیں دی مگر اب۔۔۔ اب وہ چاہتا تھا کہ وہ اُن آنکھوں کی اُس گزارش کے بارے

www.novelsclubb.com

میں کھوج لگائے مگر کیسے۔۔۔ نیند میں پھر سے ڈوبتے ہوئے وہ بُھول رہا تھا کہ وہ اپنے گھر نہیں بلکہ مرتضیٰ چچا کے گھر ہے مگر تھکا ذہن غافل ہونے لگا تھا۔اور رات کے سائے تیزی سے پھیلتے اب وہاں گہرا اندھیرا پھیلا رہے تھے۔

"ساری تیاریاں اُس نے سیف تایا کے گھر کل ہی دیکھ لیں تھیں اور فنکشن ایک گھنٹے بعد شروع ہونے ہی والا تھا اِیسے میں وہ گاڑی گھر کے پورچ میں کھڑی کرتے ہوئے گھڑی سے ٹائم دیکھتی ہوئی باہر نِکلی۔ گو کہ اُسکا اِتنے دِنوں کے اوور ورک سے بُرا حال تھا لیکن سبیل اور زینی کی سالگرہ میں جانا بہت اہم تھا ورنہ پھر سے ایک لاحاصل تکرار میں اُسکو گھسیٹ لیا جاتا جو وہ بالکل نہیں چاہتی تھی۔

"اِتنا اندھیرا۔" حیرت سے لائٹس بند دیکھ کر بڑبڑاتی ہوئی وہ اندر آئی اور یونہی لائیٹس چلائے بغیر بیگ پھینک کر کنارے پڑے صوفے پر دھپ سے گر گئی۔

ناک سے کسی انجانے سے پرفیوم کی مہک ٹکرائی تو وہ جو آنکھیں موند کر سَر صوفے کی پُشت سے لگاگئی تھی چونک کر سیدھی ہوئی۔ دِل انجانے خوف سے دھڑک اُٹھا تھا مگر نہیں وہ یہ پرفیوم نہیں لگاتا تھا نہ ہی وہ اِس شہر، اِس ملک میں تھا سُو دِل نے حوصلہ پکڑا لیکن جونہی ہاتھ ہٹاتے ہوئے اُسکا ہاتھ کسی بھاری، مردانہ ہاتھ سے ٹکرایا، اُسکی چیخ بے ساختہ تھی جبکہ وہ جو نیند میں مَست تھا چیخ پر اُسکی نیند بھک سے اُڑی اور اُسکے شارپ ریفلیکسز نے آواز کی سمت اُسکو متوجہ کیا۔ پھر سے بھاری خاموشی میں کسی کے پیچھے کھسکنے کی آواز قریب سے ہی آئی تو اُس نے بے اِختیار ہاتھ آگے بڑھا کر لیمپ جلاتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے چور کے مُنہ پر سختی سے ہاتھ جماتے ہوئے اپنی جانب کھینچ لیا۔

www.novelsclubb.com

خوف سے ساکت ہوتے دِل اور کسی نامحرم کی گرفت اپنے ہاتھ اور ہونٹوں پر محسوس کر کے اُسکو لگا وہ دوسرا سانس نہیں لے سکی گی۔ اور دوسری جانب دَستگیر مدہم سفید روشنی میں دھڑکتے دِل سے گنگ ہو کر اُسکو دیکھ رہا تھا جو آنکھیں سختی

سے میچ، سَرد، کانپتے وجود کے ساتھ اُسکو متفکر کرنے کے ساتھ شاد بھی کر گئی تھی۔

"سونا" بہت قریب سے آتی مدہم سرگوشی پر وہ جسکا ذہن اور دِل پھر سے وہی دردناک واقعہ سُوچ کر پھٹ جانے لگا تھا یک دَم چونک گیا۔ کیا یہ اُسکا وہم تھا یا سَراب؟؟ اِس نام سے تو اُسکو ایک شخص ہی بُلاتا تھا جسکو تکلیف اور خوف میں پُکارنا اُس نے کئی سال پہلے ہی ترک کر دیا تھا وہی جو یہاں کہیں نہیں تھا۔۔۔

آہستگی سے آنکھیں جیسے ہی کھولیں، قریب جُھکے چہرے کو دیکھ کر اُسکے نڈھال ہوتے دِل و ذہن نے جہاں سُکھ کا سانس لیا وہیں سامنے والا حیرت سے اُن شہد رنگ، سُنہری آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے دیکھ رہا تھا وہی آنکھیں جن پر اُس نے سب سے پہلے دِل ہارا تھا اور اِس سے پہلے کہ وہ مزید کھوتا سامنے والی نے یک دَم اُسکا ہاتھ جس کر ائیت اور شدت سے جھٹکا اُس پر وہ دنگ سا اُسکو دیکھنے لگا جو جُھرجُھری لے کر کانپتے قدموں سے کچن کی جانب جا رہی تھی۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

فُسوں سے نِکل کر وہ تیزی سے اُسکے پیچھے کچن تک گیا لیکن سامنے کے منظر پر اُسکو شدید دھچکا لگا کیونکہ وہ اپنا وہی ہاتھ جس پر دَستگیر نے گرفت کی تھی اور ہونٹ جن کو خاموش کروانے کے لیئے اُس نے اپنا ہاتھ دَھرا تھا، پانی اور صابن سے رگڑ کر دُھو رہی تھی۔ اور اُسکے چہرے پر جو خوف اور کرائیت تھی اُسکو وہ بے یقینی سے دیکھے گیا۔ کیا وہ اُس سے اِتنی نفرت کرتی تھی؟؟ اُسکی نگاہ تک سے سمٹ جانی والی آج اُسکے لمس کو اِیسے دُھو رہی تھی گویا وہ کوئی اچھوت ہو یا اُس سے بھی بدتر کوئی شے۔ دِل کہیں اندر سے ٹوٹ کر زخمی ہونے لگا تھا۔ وہ شروع سے جانتا تھا کہ وہ کسی نامحرم کو قریب بھی نہیں آنے دیتی تھی لیکن یہ۔۔۔ یہ انداز نارمل نہیں تھا۔

سُرخ ہاتھ اور سُرخ چہرے کے ساتھ وہ تیزی سے نَل بند کر کے پلٹی اور دَستگیر کو سامنے دیکھ کر لمحے بھر کے لیئے ٹھٹکی لیکن اُن سُنہری آنکھوں میں یک دَم بڑھک اُٹھنے والے نفرت اور طیش کے شعلے جلتے دیکھ کر اُسکے دِل کو پھر سے دھکا سا لگا۔ سب کی طرح وہ بھی اُسے معاف نہیں کرے گی؟؟ وہ وہیں سُن سا اُسکو اپنے برابر

www.novelsclubb.com

سے گزرتے دیکھ رہا تھا جو اُسکے دِل سے آٹھ سالوں کے طویل وقت کے باجود کہیں نہیں گئی تھی۔ جس سے کیا گیا عہد نبھانے کو وہ سب اپنوں سے دُور صرف اُسکی خاطر تنہا عمر کاٹ کر آیا تھا لیکن اُن آنکھوں کی سمجھ میں نہ آنے والی اجنبیت، کرائیت اور نفرت پر اُسکو اپنی سالوں کی جِلا وطنی اب رائیگاں جاتی محسوس ہو رہی تھی۔ جس عورت کی اپنی آنکھوں میں شبیہہ اُس نے اِتنے برس وقت کی دُھول میں دُھند آلود نہیں ہونے دی تھی وہ اُسکے پاس سے اجنبی بن کر گزر کے جا چکی تھی۔ کیا ملک دَستگیر مُصطفیٰ کا کوئی دَرد سمجھ سکتا تھا؟

ےتُو بھی ہمیں بِن دیکھے گزر جائے گا اِک دِن

کچھ سُوچ کہ ہم بھی تُجھے آواز نہ دیں گے۔۔۔

----

www.novelsclubb.com

"سَرپرائیز!" اندر آتے زینی اور سَبیل ہمیشہ کی طرح ایک دوسرے سے اُلجھتے ہوئے اندر آرہے تھے لیکن اندر کے اندھیرے کو دیکھ کر وہ جیسے ہی آگے بڑھے سب کی ایک ساتھ پُکار پر وہ دونوں خوشگوار حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"یار! ہمیں پھر سے سالگرہ نہیں یاد رہی اپنی" زینی نے فرواکے ہاتھ سے کیک لیتے ہوئے ہنس کر کہا جبکہ سَبیل حیرت سے گنگ اِتنی خوبصورت سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا جو یقیناً "زری بجو" نے کی ہوگی کیونکہ فنکشن، سیف چاچو کے گھر تھا۔ سب سے سالگرہ کی مُبارک باد لیتے ہوئے اُس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا اور وہیں اُسکو زُخرف صوفے پر بیٹھی نظر آئی۔ ہمیشہ کی طرح سب سے کٹ کر، سب سے الگ تھلگ۔ دَستگیر نے سَبیل کو رُکتے پا کر دیکھا اور پھر اُسکی نگاہوں کے تعاقب میں اُسی 'دُشمنِ جاں' کو مدہم روشنیوں کے بیچ، کونے والے صوفے پر بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک گیا اور پھر اُس نے سب کو باری باری دیکھا، وہاں کوئی بھی زُخرف کی غیر موجودگی پر اُسکی

طرح متفکر اور افسردہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ سب سے الگ تھلگ کس سبب سے تھی؟ سوال اِتنے تھے کہ حد نہیں؟ اور سب وہ یوں مگن تھے جیسے اُنکے لیئے یہ معمول کی بات ہو۔ سَبیل کے دیکھتے ہی وہ جو خاموش نظروں سے سب کے ہنستے، کِھلکھلاتے چہروں کو بغور دیکھ رہی تھی، سنبھل کر مُسکرائی اور وہیں سے سَبیل کو ہاتھ ہلایا اور سَبیل سَر ہلا کر یوں کیک کاٹنے کے لیئے آگے بڑھا جیسے یہ سب اُسکا معمول ہو۔

اُلجھی نظروں اور ڈوبتے دِل سے وہ سب کے ہنستے، ہر غم سے آزاد چہروں کو دیکھ رہا تھا جن کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اُن سب کے درمیان 'زُخرُف' نہیں ہے وہی جو دَستگیر کی 'سونا' تھی۔ اُس نے نہ ہی کیک کٹوانے میں سب کا ساتھ دیا، نہ وہ کیک کھانے والوں میں شامل تھی۔ اُسکو معلوم تھا کہ وہ کبھی بھی توجہ کا مرکز بننا نہیں پسند کرتی تھی لیکن اُسکو یاد تھا کہ آٹھ سال پہلے کیسے اُسکی موجودگی ہر محفل میں لازم و ملزُوم ہوتی تھی، کیسے اُسکی غیر موجودگی اُن کے گھروں میں افراتفری اور

تفکر پھیلا دیتی تھی۔ وہ توجہ نہیں لیتی تھی، نہیں مانگتی تھی لیکن پھر بھی سب اُسکے گرِد خود بخود کِھنچے چلے آتے تھے اور اب ماضی جس میں وہ تابناکی سے جگمگاتی تھی وہ کہیں نہیں تھا۔ حال میں وہ بہت پسِ منظر میں چلی گئی تھی لیکن کیوں؟ اُسکے دَرد سے پھٹتے دِل نے زُخرف کو باہر اُسی خاموشی سے جاتے دیکھا جس خاموشی سے وہ یہاں آئی تھی اور پیچھے وہ خالی دِل اور خالی ذہن لیئے ساکن سا کھڑا رہ گیا تھا۔

؎ تُو بھی دیکھے تو ذرا دیر کو پہچان نہ پائے

اِیسی بدلی تیرے کُوچے کی فضا تیرے بعد۔۔۔۔

---

www.novelsclubb.com

وہ جو گہری نیند میں تھی کسی شناسا سے لَمس کو گردن پہ محسوس کر کے اُسکا دِل کرائیت اور خوف سے سُکڑ کر پھیلنے لگا۔ اُس نے بند آنکھوں سے ساتھ چِلانے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ کی طرح اُس میں کامیاب نہیں ہوئی۔ مارے بے بسی اور

خوف سے اُسکی بند آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر تکیے میں جذب ہو رہے تھے مگر وہ لمس اُسکے گال کو اُسی طرح سہلاتے ہوئے اُسکے رُونگھٹے کھڑے کر رہا تھا۔ سَر اِدھر اُدھر پٹختے ہوئے وہ اپنی پوری قوت لگا کر خود کو اُس منحوس ترین، کرائیت ذدہ لَمس سے آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی اور پھر۔۔۔

"اللہ۔۔۔۔" چیخ مار کر وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی۔ اُسکا چہرہ اُس خطرناک، وحشت زدہ کر دینے والے خواب کے باعث پسینے سے تر تھا اور وہ پوری خوف اور نفرت سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اُس نے چہرہ پھیر کر سائیڈ میں دیکھا جہاں سے شیشے میں وہ اپنی بد حواس، قابل ترس صورت دیکھ سکتی تھی اور پھر سَر جھٹک کر اُس نے پاؤں نیچے دبیز قالین پر ٹکائے اور بِستر سے نِکل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ حبس اور دَم گُھٹتا محسوس کر کے وہ آگے کانپتے، سُست قدموں سے قد آدم کھڑکی کی جانب آئی اور معمول کی طرح پردے پیچھے کرتے ہوئے کھول کر وہ یونہی کھڑکی کے ساتھ سَر ٹِکا گھرے گھرے سانس لے رہی

تھی۔ یہ خواب روز کا ہی معمول تھا، ہر رات کی نیند کا حصّہ اور سُوغات۔ اول اول تو وہ سُوتی تک نہیں تھی اُس تکلیف دہ خواب پر جو حقیقت کا بھیانک رُوپ تھے مگر پھر اُسکو جیسے اِن سالوں سے اِس جبر جیسی زندگی گزارنے کا عادی کر دیا تھا۔

رات کے تین بج رہے تھے اور جہاں پورا ملک ہاوس خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا وہیں 'زُخرُف ملک' مصطفیٰ صاحب کے بنگلے کے سب سے اُوپر والے پورشن میں جہاں کسی کی رسائی نہیں تھی وہاں نڈھال، خشک آنکھوں کے ساتھ باہر اندھیرے میں دیکھ رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا جیسے اُسکے رگ و پے کو اب سکون پہنچا رہے تھے تبھی سنبھل کر وہ پیچھے ہوئی اور پھر پلٹ کر واش رُوم میں چلی گئی۔ ہر رات کی طرف اِس خوابوں کے بھیانک سِلسلے کے بعد اُسکا تہجد پڑھنے کا اِرادہ تھا۔ کیونکہ ایک اللہ ہی تھا جو اُسکے ہر ایک راز کا امین تھا، ہر سچ کا گواہ۔

؎ میں آسمان پہ جاؤں گی تو خوب رُووں گی

زمیں والو! تمہیں غم بتا نہیں سکتی۔۔۔

اُسکی نیند اُسکی آنکھوں سے گویا یہاں آتے ہی رُوٹھ گئی تھی شاید اِس لیئے کہ وہ دِن میں سُو گیا تھا چاہے بے آرام ہی سہی یا پھر اُن سُنہری آنکھوں کی بے رُخی اُسکو ایک پَل چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے وہ اُٹھ کر کمرے سے مُنسلک ٹیرس پر آگیا۔ وہ رات چاند سے خالی تھی اِس لیئے ہر سُو آسمان پر اندھیرا تھا لیکن اُنکے وِلاء کی بتیاں روشن رات سے مقابلے پر تھیں۔ نیچے دیکھتے ہوئے اُس نے گہرا سانس لے کر سامنے مرتضیٰ چچا کے گھر کو دیکھا جہاں ہر کمرے کے آگے دبیز پردے تھے۔

www.novelsclubb.com

اِس سے پہلے کہ وہ پلٹتا مرتضیٰ چچا کے سب سے اُوپر والے پورشن کے سب سے الگ تھلگ کمرے کے آگے سے پردے ہٹائے گئے اور وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ وہاں

سامنے وہی حجاب اور چادر میں لپٹی قد آدم کھڑکی کا شیشہ دھکیل کر اب اُسکے ساتھ سَر ٹِکاتے ہوئے یوں گہرے گہرے سانس لے رہی تھی جیسے میلوں کا سفر ننگے پاؤں طے کر کے آئی ہو۔ پریشانی سے وہیں خود سے بیگانہ کھڑا وہ اب اُسکو لڑکھڑاتے قدموں سے ڈریسنگ روم میں جاتا دیکھ رہا تھا اور اُسکے منظر سے ہٹتے ہی وہ جیسے کسی خوفناک خواب سے بیدار ہوا۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا؟ وہ جو اِتنی شاداب، اِتنی نازک اور سب کی توجہ کا مرکز اپنی خاموش اور تنہائی پسند طبیعت کے باوجود رہتی تھی، یوں سب سے الگ تھلگ کیوں تھی؟؟ اُسکو تہجد کی نماز پڑھتا دیکھنے کے بعد اُسکو یاد نہیں کہ کب تک وہ وہیں کھڑا رہا شاید جب تک فجر کی اذانیں نہیں سُنائی دیں۔ چونک کر اُس نے پھر سے سامنے دیکھا جہاں اب اُس کمرے کی کھڑکی پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ سُرخ آنکھیں لیئے وہ پیچھے کمرے کی جانب پلٹ گیا۔

ے خُدا کرے کہ وہم ہو، خُدا کرے کہ خیر ہو

بہت دِنوں سے اِس طرف چراغ جل نہیں رہا۔۔۔

www.novelsclubb.com

\-------------------

ناشتے کی میز پر وہ دیر سے پہنچا تھا لیکن اُسکی آنکھیں صاف رَت جگے کی غمازی کر رہی تھیں۔اُسکو اُتر کر آتے دیکھ کر وہاں خوشگوار سی ہلچل مچَل گئ تھی۔لاشعوری طور پر اُسکی آنکھوں نے پھر سے اُسکو تلاشا مگر ایک بار پھر مایوسی ہوئی۔

"اسلام و علیکم!" سب کو اپنی جانب مُسکراتی نظروں کے ساتھ متوجہ دیکھ کر اُس نے مدہم آواز میں سلام کیا جبکہ اُسکے لہجے کا بُوجھل پَن فیروزہ یعنی اُسکی ماں نے صاف محسوس کر لیا تھا۔ وہ اُنکے ہاتھ پرسوں سے نہیں آ رہا تھا۔فون پہ اور آمنے سامنے بات کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے اِس لیئے وہ اُسکے آنے کے دِن اِتنے سالوں سے گِن رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"وعلیکم اسلام!" سب نے ہی یک زُبان ہو کر جواب دیا اور پھر وہ سربراہی کرسی پر بیٹھے اپنے باپ، ملک مُصطفیٰ کے پاس آ کر جُھکا تو اُنہوں نے اُسکی روشن پیشانی تمام

تر ناراضگی کے باجود چُوم لی۔ سب پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے وہ مُسکرائے بغیر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا لیکن اُسکی سنجیدگی سب نے ہی محسوس کرلی تھی۔

"کیا بات ہے بیٹا نیند نہیں سہی آئی؟ کہنے والے مرتضیٰ صاحب تھے۔ اُس نے چائے اپنی جانب کِھسکاتے ہوئے چونک کر سامنے دیکھا۔

"نہیں چچا جان! بس ٹائم ڈیفرنس کی وجہ سے شاید۔" اُسکا جواب پہلے سے ہی ذہن میں تیار تھا۔

"فرانس ہم سے تین، چار گھنٹے پیچھے ہے، ہے نہ دَستی؟" اب کے سوال عروہ کی جانب سے آیا تھا۔ وہ اور فروہ صائم کی چھوٹی بہنیں تھیں مگر دَستگیر سے عمر کے فرق کے باوجود بے تکلفی سب کی طرح تھی۔ اُس سوال پر دَستگیر نے صرف اثبات میں سَر ہلایا۔ سب اُسکے چہرے کو دیکھ کر، اُسکی بے آرامی کا خیال کرتے ہوئے ناشتے

WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں مصروف ہو گئے جبکہ فیروزہ بیگم بغور اپنے لاڈلے سپوت کو دیکھ رہی تھیں اور اُنکے ماتھے پر لاتعداد شِکنوں کا جال سا بچھنے لگا۔

"فرانس سے بزنس وائینڈ اَپ کر کے یہاں سٹیبلش ہونے میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟" مُصطفیٰ صاحب کی بات پر وہ پھر سے اپنے خیالات سے چونکا۔

"نہیں، خاص مسئلہ نہیں ہوا بس سائیٹ چُوز کرنے میں کافی بھاگ دُوڑ ہوئی ارمان کی۔" اُسکے مُدبرانہ انداز پر مُصطفیٰ صاحب نے سَر ہلایا۔

"یہ اَرمان وہی لڑکا ہے جو پچھلے چھ ماہ سے پاکستان میں سب سیٹ کر رہا تھا، تمہارا بہترین دوست؟" اب گفتگو میں حصّہ لینے والے سیف چچا تھے۔

"جی بالکل، ہم دونوں کی ہی یکساں محنت شامل ہے بزنس کو ہر جگہ پھیلانے کی۔" سَر ہلا کر اُسکو کہنا ہی پڑا جبکہ کُونے ہر بیٹھے سَبیل کو کیڑا کاٹا۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ کیا بزنس کرتے ہیں دستی بھائی؟" اُسکے شریر انداز پر سب نے چہرہ پھیر کر اُس آفت کو دیکھا جو دانتوں کی پوری نمائش کرا رہا تھا۔

"میں کنسٹریکشن کا کام کرتا ہوں۔" مُسکرا کر جواب پیش کر دیا گیا۔

"اچھا اور آپ کیا بناتے ہیں؟" جواب اُسکے مطابق نہیں تھا۔ سب ہی تقریباً ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے تبھی یہ گفتگو چل پڑی تھی ورنہ کھانے کے دوران باتوں کو سب بُرا سمجھتے تھے۔

"میں لوگوں کے خوابوں کی عمارتیں تعمیر کرتا ہوں، ہوٹلز اور ہاسپٹلز بناتا ہوں اور ہائی ویز بھی میری کمپنی بناتی رہی ہے فرانس اور مُختلف ممالک میں۔" اُسکے تفصیلی جواب پر سَبیل کی آنکھیں فوراً چمک اُٹھیں۔

"یعنی آپ بھی زری بجو کی طرح لوگوں کے خوابوں کو تعبیر دیتے ہیں۔" سَبیل اِتنا بھی کا کا نہیں تھا۔ وہ سیکنڈ ایئر کا سٹوڈنٹ تھا لیکن اِس گھر میں وہ اور زینی سب سے

چھوٹے اور جُڑواں تھے اِس لیئے اُنکو کسی قدر چھوٹ ملی ہوئی تھی جبکہ اُسکی بات پر کھانے کی ٹیبل پر اِیسی دَبیز خاموشی چھا گئی کہ گویا وہاں کوئی ذی رُوح موجود ہی نہ ہو۔اُس ذکر پر دَستگیر کا دِل یک دَم کھل اُٹھا تھا اور وہ اُس وقت سب کی عجیب سی خاموشی پر حیران نہیں ہو سکا۔ شکر کسی نے تو اُسکا ذکر دَستگیر کے سامنے کیا۔

"میں تو سیول انجینیئر ہوں، آپکی زری بجو کیسے خواب مکمل کرتی ہیں؟" دِلچسپی سے آگے کو ہو کر اُس لڑکی کے بارے میں جان لینا چاہا تھا جبکہ سب بڑے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔وہ سمجھتا تھا سب کی حیرانگی کو۔

"میری زری بجو لوگوں کے تہوار خوبصورت بناتی ہیں۔" سَبیل کو شاید وہ پہلا اِنسان مِلا تھا جسکے سامنے وہ زُخرُف کا ذکر اپنی ماں کی نظروں کے باوجود بے دھڑک کر رہا تھا۔فیروزہ بیگم نے بے ساختہ بے چینی سے پہلو بدلا،ماریہ چچی کو اپنی ماں کے ہاتھ پر تسلی بھرا ہاتھ رکھتے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر اُنکو دیکھنے لگا اور پھر سَر جھٹک کر سَبیل کی جانب متوجہ ہوا۔

"تمہاری بجو سے ملناہی پڑے گا۔" اُسکی مدہم سی سرگوشی اور کسی نے سُنی ہو نہ ہو اُسکے ساتھ بیٹھی رِدا، وردہ اور مُصطفیٰ صاحب نے ضرور سُن لی تھی تبھی تینوں نے ٹھٹھک کر حیرانگی سے اُسکو دیکھا جبکہ مُصطفیٰ صاحب کو اُسکی سرگوشی ناگوار گزری تھی۔ناشتے سے ہاتھ کھینچ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا جبکہ فیروزہ بیگم کے دِل پر کسی نے ہاتھ مارا تھا۔

"تم۔۔۔تم جارہے ہو؟" اُنکے تیزی سے کہے جانے پر سب نے ہی بغور اُنکو دیکھا۔ مُصطفیٰ صاحب کی .چُبھتی نظروں پر وہ سٹپٹا کر سنبھلیں۔

"آفس جاؤں گا، ارمان کی کال آئی تھی کہ اہم کنسائمنٹ آئی ہوئی ہے۔" ماں کو جواب دے کر وہ اب ماں کو یک دم پُر سکون ہوتا دیکھ کر چونک ضرور گیا تھا مگر تاثرات پر خوب قابو تھا اُسے۔

"زری۔۔آفس چلی گئی کیا؟"وہ جو پلٹ کر جا رہا تھا اپنے بابا کے سوال پر آہستگی سے پلٹا جبکہ اُنکو چائے دیتا صفدر سب کی نظریں پا کر گھبرا گیا۔

"جی! وہ کہہ رہی تھیں کہ ناشتہ آفس میں کر لیں گی۔"ہر بار کا رٹا رٹایا جواب پھر سے مُصطفیٰ صاحب کے گوش گزار گیا جبکہ مُصطفیٰ صاحب کا چہرہ سپید پڑھنے لگا۔

"ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا ہے اُسکا پھر بھی آپ پُوچھ پُوچھ کر تھکتے نہیں۔"بیٹے کو یوں ٹھٹک کر رُکتا پا کر فیروزہ بیگم نے چمک کر کہا۔سب اُنکے اِس انداز کے عادی تھے صرف دَستگیر ماں کے نفرت انگیز لہجے پر تیزی سے پلٹا اور تعجب سے اُنکو دیکھنے لگا۔

"تم نے آفس نہیں جانا؟"سیف چچا نے تیزی سے دَستگیر کو گویا منظر سے غائب کرنا چاہا اور وہ یونہی حیران سا بغیر کچھ کہے تیزی سے ڈرائینگ رُوم سے نکلتا چلا گیا۔ پیچھے سب نے سُکھ کی سانس لی تھی سوائے دَستگیر کی بہنوں اور مُصطفیٰ صاحب کے

جنہوں نے ایک کٹیلی نظر اپنے چھوٹے بھائی پر ڈالتے ہوئے اُن پر گھڑوں پانی گرادیا تھا۔

\-------------------

"رات کا فنکشن سہی سے ہو گیا تھا نہ؟" سحر جو اُسکو فائلز دے کر گئی تھی اُسکی رُو گردانی کرتے ہوئے اُس نے اندر آتے عباد سے نئی کنسائنمنٹ کی فائلز لیتے ہوئے نرمی سے کہا جبکہ عباد مُسکراتا ہوا اُسکے عین سامنے بیٹھ گیا۔

"کہہ رہا تھا نہ کہ پریشان نہ ہونا۔ سب ایک دَم فرسٹ کلاس تھا اب ایونٹ کی تصاویر آجائیں پھر تمہاری تسلی کروا سکتا ہوں۔" اُسکو لیپ ٹاپ کھولتے دیکھ کر وہ بولا جبکہ اُسکی نگاہیں حجاب کے ہالے میں مُقید اُسکے بےرِیا سے چہرے پر پِھسلتی چلی گئیں۔ وہ لڑکی اُسکو بے حد عزیز تھی، کسی قدر پسند بھی تھی تبھی وہ اُسکو اِس طرح رُلتے نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ دیکھتے رہنے پر مجبور تھا۔

"کیا ہوا؟" عباد کی محویت محسوس کر کے اُس نے فائل کھول کر حیرانگی سے کہا جبکہ عباد فوراً سنبھلا۔

"کچھ نہیں، تمہارے بھائی کی سالگرہ کیسی رہی؟" موضوع ہمیشہ کی طرح اُسکو بدلنا بہت اچھی طرح سے آتا تھا۔

"اچھی رہی۔" وہ اِیسے ہی مُختصر بات چیت کرتی تھی۔

"یہ جو نیا پروجیکٹ ہے ہمارا یہ کوئی باہر کی بڑی کنسٹریکشن کمپنی کے یہاں پاکستان میں افتتاح کا ہے۔" فائل کے صفحے پلٹتے دیکھ کر اُس نے جلدی سے بتانا شروع کیا جبکہ وہ سَرسَری سا دیکھ کر بند کرتے ہوئے اب اُسکو سُن رہی تھی۔

"اِس کمپنی کی بہت سارے آفس مُختلف ممالک میں ہیں اور اب پاکستان میں آگئی ہے سُو بڑا لانچ چاہ رہے ہیں۔" عباد اب تک کی جمع کی گئی تمام معلومات اُسکے گوش گزار رہا تھا۔

"اِس کمپنی کی مشہوری کی وجہ ؟"ہمیشہ کی طرح وہ سب سے پہلا سوال یہی اُٹھاتی کیونکہ پھر اُسکے مطابق وہ ایونٹ پلانز کرتی تھی۔

"اِس کمپنی کا موٹو ہے کہ یہ خوابوں کی تعبیر دیتی ہے اپنے کلائنٹس کو اور اِس لحاظ سے اُس نے وعدہ نبھایا بھی ہے۔اب تک جتنے پروجیکٹز کر چکے ہیں یہ اُس میں گھر، عمارتیں، آفس، ہاسپٹل اور ہائی ویز آتے ہیں جو کہ بہت پائیدار تھے۔"عباد کی بات سمجھتے ہوئے اُس نے سَر ہلایا اور پھر اُسس فائل کے پہلے صفحے پر پین سے

"Where your dream comes true"لکھتے ہوئے وہ ساری تھیم پَل بھر میں ہی سُوچ چکی تھی۔

"کسی فارن کی کمپنی ہے؟"اگلا سوال بھی بے حد اہم تھا۔

"نہیں کوئی پاکستانی ہے جس نے کئی سالوں کی محنت کے بعد اپنی بزنس ایمپائر کھڑی کی ہے۔" ہاتھ میں پیپر ویٹ گُھماتے ہوئے وہ اُسکے جواب بہت سہل کر کے دے رہا تھا۔

"نام کیا ہے کمپنی کا؟" سب سے اہم سوال وہ ہمیشہ تیسرے نمبر پر ہی پُوچھتی تھی۔

"ماہ کنسٹرکشن۔" جواب پر وہ چونکی، فائلز قریب کر کے سامنے جلی حروف میں لکھا نام دیکھ کر ٹھٹکی مگر یہ محض پَل بھر کی کیفیت تھی۔

"یعنی چاند۔۔۔اب ہماری تھیم خواب اور چاند سے متعلق ہو گی، ٹھیک ہے؟" سمجھ کر اُس نے فائلز دوبارہ سے عباد کی جانب کِھسکاتے ہوئے کہا جبکہ عباد کھل کر مُسکرا دیا۔ وہ تخیلاتی دُنیا کی بے تاج ملکہ تھی۔ اُسکو آرٹ کی سمجھ کسی بھی اِنسان سے زیادہ تھی تبھی اِتنے کم سالوں میں وہ "زرقون" کا اِتنا نام بنا پائے تھے۔

"کل سے ہم وہاں جائیں گے جہاں ایونٹ منعقد ہو گا۔" عباد کو اُٹھتا دیکھ کر اُس نے کہا۔ عباد نے سمجھ کر سَر ہلایا اور پھر دو اُنگلیوں سے اُسے سیلوٹ کر کے آفس سے باہر نِکل گیا جبکہ اُس نے کرسی کی پُشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنی ریوالونگ چیئر گُھما کر پیچھے کی جہاں دیوار پر فل دیوار کے سائز کے مطابق شیشہ لگا ہوا تھا جس سے باہر کا منظر صاف دِکھائی دیتے ہوئے اُسکے اعصاب کو تقویت پہنچا رہا تھا۔ اُسکا آفس شہر کے رش اور شور سے کافی ہٹ کر تھا۔ دوپہر کے تین بجنے کے باوجود سامنے نظر آتے سَر سبز و شاداب درخت اُسکے اعصاب پُر سکون کر رہے تھے۔ اُسکا ذہن ہر قِسم کی پریشانی، سُوچ اور جذبے سے پاک بے حد مُعطر تھا۔

www.novelsclubb.com

فیروزہ بیگم ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہاتھوں پر سونے سے پہلے روزانہ کی لگائے جانے والی کریمز لگا رہی تھیں جبکہ مُصطفیٰ صاحب آرام دہ کرسی پہ بیٹھے کوئی کتاب پڑھنے میں مُنہمک تھے۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ ابھی تک ناراض ہیں دَستی سے؟" ہاتھوں کو مَلتے ہوئے فیروزہ بیگم نے بہت سُوچ سمجھ کر پوچھا جبکہ مُصطفیٰ صاحب نے چونک کر سَر اُٹھایا البتہ وہ سوال سُننے کے باجود اُنکے چہرے کے تاثرات بدلے نہیں تھے۔

"اکلوتے بیٹے سے کوئی باپ کب تک ناراض رہ سکتا ہے۔ ویسے بھی وہ اپنا اچھا بُرا خُوب سمجھتا ہو گا۔" عینک ناک پر سہی سے جماتے ہوئے اُنہوں نے سادگی سے کہا جبکہ فیروزہ بیگم نے اپنی مُٹھیاں بھینچ لیں۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں مُصطفیٰ کہ آپ نے اپنے بیٹے کو اُس لاڈلی کی محبت میں اب تک معاف نہیں کیا۔" وہ بات کو وہیں لے کر جا رہی تھیں جہاں مُصطفیٰ صاحب کا دِل سب سے زیادہ دُکھتا تھا۔

"نہیں فیروزہ، میں اور زری وہ فضول، بے مقصد بات کب کی بُھول چکے۔ ہمارے لیئے وہ قصّہ پارینہ ہو چکا لیکن وہ تم ہو جس نے اپنی ہی بہن کی بیٹی کے خلاف زہر پال

www.novelsclubb.com

رکھا ہے۔" کتاب پٹخ کر بند کرتے ہوئے اُنہوں نے سختی سے کہہ کر فیروزہ بیگم کے اعصاب چٹخا دیئے تھے۔ مجال ہے جو وہ زُخرُف کے خلاف ایک بھی لفظ سُن کر ہضم کر جائیں کبھی۔

"آپ خُوب جانتے ہیں کہ میں زُخرُف کو کیوں برداشت نہیں کرتی۔ وہ ہمیشہ سے منحوس رہی ہے اور وہی ہے جسکی وجہ سے میرے بیٹے نے باہر جا کر پھر کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا اور آپ کہتے ہیں فضول اور بے مقصد بات۔" سارا سامان یونہی ڈریسنگ پر دَھرا چھوڑ کر وہ تیزی سے کہتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

"دیکھو فیروزہ! کئی سالوں بعد ہمارا بیٹا آیا ہے۔ تم پُرانی باتیں کھول کر پھر سے وہی بدمزگی اور نحوست مت پھیلاؤ۔" ناک تک عاجز ہو کر اُنہوں نے کہا۔

"اِنکار بھی ہمارے بیٹے نے ہی کیا تھا نہ بات شروع کر کے، وہ شرمندگی، بے بسی، تکلیف میں دوبارہ نہیں دُہرانا چاہتا تو بس اب اِس قصے کو دوبارہ میرے سامنے مت

WWW.NOVELSCLUBB.COM

دوہرانا فیروزہ۔ میں بہت مشکل سے سب بُھولا ہوں۔ ورنہ میری بیٹی کی زندگی جہنم کرنے والوں کو میں آسانی سے معاف نہیں کرتا۔" سختی سے کہہ کر اُنہوں نے لمحے بھر کو فیروزہ بیگم کو خائف کر دیا۔ اگرچہ مُصطفیٰ کو معلوم ہو گیا کہ اُس سارے قصّے میں سب سے بڑا ہاتھ اُنکا ہے تو؟ اُس سوچ کے ساتھ ہی اُنہوں نے جُھرجُھری لی کیونکہ جانتی تھیں کہ وہ جِتنے بھی خاموش اور ٹھنڈے مزاج کے سہی، زُخرُف کے معاملے میں آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹتے تھے۔ اِس سے پہلے وہ چمک کر جواب دیتیں، دروازے پر ہونے والی ناک پر دونوں نے چونک کر دروازے کو دیکھا جہاں سے دَستگیر اندر آ رہا تھا۔

"آؤ میرا بیٹا، ٹائم مل گیا تمہیں ہمارے پاس آنے کا۔" جلدی سے آگے بڑھ کر اُسکے ہاتھ تھامتے ہوئے اُنہوں نے مصنوعی خفگی سے کہا جبکہ دَستگیر اُنکی محبت پر افسردگی سے مُسکرا دیا۔ مُصطفیٰ صاحب بغور اُسکے تھکے تھکے، دُنیا سے بیگانہ انداز دیکھ رہے تھے۔ وہ جب یہاں سے گیا تھا خوب چہک رہا تھا اور اب۔۔۔ یوں جیسے کوئی

چراغ بُجھنے کے قریب ہو۔۔۔اپنی سُوچ پر کانپتے ہوئے وہ تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"بابا جان! آپ ناراض ہیں نہ مُجھ سے؟"ماں کو دیکھ کر دَستگیر باپ کے سامنے آکر آہستگی سے بولا جبکہ مُصطفیٰ صاحب نے اپنی آنکھوں کو بھیگ جانے سے بامشکل بچائے رکھا۔اُنہیں آج بھی دو سال پہلے کی وہ شام یاد تھی جب اُنہوں نے اُسکو رُو رُو کر ملک واپس آجانے کا کہا تھا اور وہ۔۔۔پھر بھی نہیں آیا تھا۔

"نہیں، تمہارے ماں کو بھی یقین دِلا کر تھک گیا ہوں۔خُون زیادہ گاڑھا ہوتا ہے بیٹا۔فکر نہ کرو میں تمہیں بہت سال پہلے ہی معاف کر چکا ہوں۔"اُسکے جُھکے شانے تھپتھپاتے ہوئے اُنہوں نے نرمی سے کہا جبکہ دَستگیر کا دِل جیسے پَھٹ جانے کے قریب تھا،اُنکے سُوگوار اور اُداس لہجے پر۔وہ اُنہیں کیسے بتاتا،کیسے یقین دِلاتا کہ وہ وعدہ خلاف نہیں ہے۔

"ایک بات پُوچھوں بیٹا؟" فیروزہ بیگم نے نرمی سے کہہ کر اُسکو چونکا دیا جبکہ مُصطفیٰ صاحب اُنکو سختی سے دیکھ کر رہ گئے۔

"تم نے واپس آنے سے اِنکار کیوں کیا تھا حالانکہ تم نے خود کہا تھا کہ تم واپس آکر شادی کرنا چاہتے ہو؟" اُنکے جھجھکتے سوال میں سوال سے زیادہ شک اور کسی اُلجھے ہوئے معاملے کی کھوج تھی۔ یوں جیسے وہ کچھ جان لینا چاہتی ہوں جبکہ اُس سوال پر دَستگیر کے چہرے کا رنگ وہ دونوں اُڑتے دیکھ سکتے تھے۔

"بس شاید میرا دِل بدل گیا یا میری قسمت۔" آہستگی سے مُسکرا کر اُس نے کہا جبکہ مُصطفیٰ صاحب جنہوں نے اُسکی آنکھوں میں برسوں سے جلتی محبت کی جُوت اب تک جلتے دیکھ لی تھی، بغور اُسکو دیکھنے لگے۔

"خیر چھوڑو، اَب تو تم آ گئے ہو نہ تو دیکھنا میں کیسے شادی کرواؤں گی تمہاری ایک اچھی لڑکی سے۔" فیروزہ بیگم نے آگے بڑھ کر اُسکے بال محبت سے سنوارتے

www.novelsclubb.com

ہوئے کہا جانتی تھیں کہ اُس نے باہر سے نہ آنے کا فیصلہ زُخرُف کی کسی اور سے محبت کا سُن کر کیا ہو گا۔ جبکہ دَستگیر کو اِس کمرے میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی۔

"اچھی لڑکی۔۔۔" سانس لینے کی کوشش میں اُس نے اِیسے کہا جیسے خود پر ہنس کر ترس کھایا ہو۔ بَھلا جسکو اِنتظار کا کہہ کر وہ نہیں اِتنے سال پلٹ سکا اُس سے زیادہ اچھا، خُوبصورت اور دِلکش اُسکو زندگی دے سکتی تھی کبھی؟ کیا اُس خسارے کا کہیں نعم البدل تھا بَھلا؟ کیا وہ اِتنے سال کی واپسی کے بعد زُخرُف کو عہد یاد کروا سکتا تھا؟ کیا سب کچھ وہیں تھا جہاں وہ چھوڑ گیا تھا؟ اور ویسے بھی وہ خود کو ہر طرح کی خبر کے لیئے تیار کر کے آیا تھا۔ بے شک زُخرُف اُسکے عہد کو بُھلا کر آگے بڑھ گئی ہو، وہ گلہ نہیں کرے گا۔

"میرا شادی کا کوئی اِرادہ نہیں۔" کھانس کر اُس نے جیسے سانس لینے کی سعی کرتے ہوئے کہا جبکہ فیروزہ بیگم کا دمکتا چہرہ ایک دَم مرجھا گیا۔ دوسری جانب مُصطفیٰ

صاحب حیرانگی سے یونہی آنکھوں میں اُلجھن لیئے اُسکو کمرے سے تیزی سے جاتا دیکھ رہے تھے۔

"اسلام و علیکم!" وہ جسے لیپ ٹاپ میں منہمک دروازہ کھُولے جانے تک کی آواز نہیں آئی تھی، سلام پر چونک کر چہرہ اُٹھایا اور پھر ارمان کو سامنے دیکھ کر اُسکے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی لیکن قریب آتا ارمان اُسکے چہرے کی پھیکی مُسکراہٹ دیکھ کر حقیقتاً ٹھٹک گیا کیونکہ اُسکے خیال میں تو وہ اُس چہرے کو دیکھنے کے بعد عاکاش کی بُلندیوں پر ہوگا لیکن یہاں تو کچھ اور ہی لگ رہا تھا۔

"وعلیکم اسلام! بڑی دیر کردی مہرباں آتے آتے۔" کہتے ہوئے وہ اُٹھ کر اُس سے بغلگیر ہوا جبکہ اَرمان پیچھے کو ہو کر اب اُسکے چہرے کو پڑھنے کی سعی کر رہا تھا۔

"سب خیر ہے نہ؟ یہ مُنہ شریف پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں؟" اَرمان کے مزاج پُوچھنے کے طریقے بھی اُسی جیسے تھے۔

"کچھ نہیں سب خیر ہے۔" کندھے آچکا کر وہ سامنے صوفے پر جا بیٹھا جبکہ اَرمان آنکھیں چھوٹی کیئے اُسکو مشکوک نظروں سے دیکھتا ہوا اُسکے عین سامنے جا کر بیٹھ گیا۔

"تو کیسا لگ رہا ہے اِتنے سالوں بعد سب کے بیچ؟" وہ جانتا تھا کہ صاف بات وہ بتائے گا نہیں تبھی بات اُگلوانے کے سُو طریقے تھے اُسکے پاس۔

"اچھا لگا۔" صوفے کے بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُسکی مدہم آواز پر اَرمان کو کچھ اچھا نہ ہونے کی خبر دے رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"اور بھابھی۔۔۔"اِس سے پہلے کہ اَرمان کے مُنہ سے باقی الفاظ نکلتے اُس نے بدک کر جسطرح اُسکو ٹوکا وہ لمحے بھر کے لیئے حیران رہ گیا۔ وہ ذکر اُسکے لیئے شجرے ممنوع ہو گیا تھا شاید۔

"کیا یار! ہم پاکستان میں ہیں۔"اُسکے بے چین سے تاثرات پر اَرمان کی ہنسی نکل گئی جو شیشے سے باہر دیکھ رہا تھا کہ کوئی سٹاف تو نہیں آیا۔

"فرانس میں بھی اِیسے ہی ذکر کرتا تھا۔"ارمان نے چمک کر کہا جبکہ دَستگیر اُسکو گھور کر رہ گیا۔

"یہاں یہ کہنے سے پرہیز کرنا خُدا کا واسطہ ہے کیونکہ یہاں سب کو اُردو بھی آتی ہے اور آفسانے بنانا بھی۔"اُسکے تپے ہوئے انداز پہ اَرمان کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اچھا چھُوڑ کہاں سے بات کہاں لے گیا۔ مِلا تو پھر، حالِ دِل سُنایا، عہد دوبارہ سے تازہ کیا کہ نہیں؟" اَرمان جسکو دستگیر کی محبت کی داستان ہمیشہ سے فسینیٹ کرتی تھی اب بھی جُوش سے آگے ہوتا ہوا بول رہا تھا۔

"نہیں یار۔۔۔۔ نظر کہاں آئی ہے مجھے ایک بار کے علاوہ۔ کون سا عہد جیسے میں نے خود نہیں نبھایا اُس عہد کا کیسے پُوچھتا اور مجھے سب کچھ بہت اُلجھا رہا ہے" اُسکے بُجھے ہوئے افسردہ انداز پر اَرمان کا بھی سارا جُوش ٹھنڈا پڑ گیا۔

"اِتنے سالوں بعد تُو سب کے بیچ آیا ہے شاید اِس لیئے اِیسا لگ رہا ہے۔" اَرمان نے تسلی بھرے انداز میں کہا مگر اُسکو کسی پَل قرار نہیں تھا۔

"یہی تو مسئلہ ہے کہ یہ وجہ نہیں ہے۔ میں تُجھے کیسے سمجھاؤں یار۔ اِیسا لگتا ہے اُس گھر میں کچھ بہت بُرا ہو چکا ہے جسکی مجھے خبر نہیں ہے۔" اُسکے مُضطرب لہجے پر اُرمان نے اُسکا ہاتھ تھپتھپایا تو وہ چونک کر سنبھلا۔

"سب چھوڑ یہ بتا پُروجیکٹ کے ایونٹ کا کیا سین ہے؟" سَر جھٹک کر اب وہ بات کر رہا تھا جسکے لیئے وہ آفس آیا تھا۔

"میں نے جنکو ایونٹ کے لیئے ہائیر کیا ہے اُنکا بہت نام ہے، بہت پُروفیشنل ہے وہ کمپنی۔ تُجھے بالکل مایوسی نہیں ہوگی۔ اُس کمپنی سے متعلق سارا ڈیٹا میں تُجھے میل کر چکا ہوں۔" سائیڈ ٹیبل سے ٹیب اُٹھاتے ہوئے دَستگیر کو اُس نے آگاہ کیا جبکہ وہ سَر اثبات میں ہلا کر ٹیب کھول رہا تھا۔

"سب کچھ تیرے پر ہے ایونٹ سے مطلق۔ میں مہمانوں کو ہینڈل کر لوں گا۔ ہمارے اہم باہر ملک سے بھی کلائنٹس آنے ہیں سُو اِس لیئے سب ہفتے کے اندر ہو جانا چاہیئے۔" اَرمان کا کندھا تھپتھپا کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اَرمان نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جسکے چہرے کی شادابی ویسی نہیں تھی جیسے لینڈنگ کے دوران تھی۔

"دو دن بعد کی ڈیٹ دے دوں پھر تیاریوں کی؟" کھڑے ہوتے ہوئے ارمان نے کہا جبکہ پلٹے بغیر اُس نے سَر کے اِشارے سے اثبات میں سَر ہلا دیا۔

"چل اب نکلیں گھر کے لیئے۔امی کوئی دعوت رکھ رہی ہیں آج رات۔ساتھ ہی چل میرے۔" برابر آتے اَرمان کے شانے سے شانہ ٹکراتے اُس نے کہا جبکہ اَرمان کھانے کے ذکر پر ہی مُسکرا دیا۔

"شکر ہے کچھ تو اچھا سُننے کو مِلا اور مجھے بھابھی بھی دِکھانی ہیں تُو نے۔" مزے سے کہتے ہوئے آخر وہ سنجیدہ ہوا کیونکہ جانتا تھا کہ یہی ذکر دَستگیر کو جینے کا حوصلہ دیتا ہے جبکہ آفس سے نکلتے ہی کئی ایمپلائیز کھڑے ہو کر ادب سے سلام کرنے لگے جسکا وہ دونوں جواب دیتے ہوئے باہر نکل رہے تھے۔اُسکی بات پر دَستگیر نے چمکتی آنکھوں سے اُسکو دیکھا۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں اِنشاءاللہ ! اب دعوت میں تو وہ آکر رہے گی۔" سب غم اور تکلیف بُھول کر یقین سے کہتے ہوئے وہ اب گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا جبکہ اُسکی مُسکراہٹ پر اَرمان نے سُوگوار ہوتے مُضمحل دِل کے ساتھ اُسکے لیئے ڈھیروں دُعائیں کر ڈالیں تھیں۔

"اسلام و علیکم تایا جان !" فون پر چمکتے نمبر پر اُس نے کام سے دھیان ہٹا کر مُسکراتی آنکھوں سے کال اُٹھا کر اِنتہائی ادب سے کہا۔ اُس گھر کے بڑوں میں واحد تایا جان تھے جو اُس سے بہت بھلے طریقے اور شفقت سے بات کرتے تھے، جن سے وہ ہنس کر، مُسکرا کر بات کر لیا کرتی تھی۔

"کیا مطلب ؟" اُسکی مُسکراتی آنکھیں تیزی سے سنجیدہ ہوئیں۔ اُنکی بات سُن کر وہ کرسی سے فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی اور پھر گاڑی کی چابی پکڑتے ہوئے وہ تیزی سے آفس کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

"میں بس ابھی آتی ہوں۔" اُنکو مزید کچھ بھی کہنے کا موقع دیئے بغیر کال کاٹ کر وہ سامنے سے آتے حیران سے عباد کو دیکھ کر ٹھہر گئی۔

"عباد! پلیز تم سب دیکھ لینا۔ گھر میں ایمرجنسی ہے۔" اُسکو یونہی ساکن ساچھوڑ کر وہ اُسکے برابر سے نکل گئی۔ گاڑی دوڑاتی ہوئی وہ جس طرح گھر پہنچی تھی وہی جانتی تھی۔ شرفو چچا کے اِنتہائی حیرت سے دروازہ کھُولے جانے کو یکسر نظرانداز کر کے وہ اُنھیں سلام کرتے ہوئے تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ شرفو چچا پریشانی سے وہاں دیکھ رہے تھے جہاں وہ بغیر سُوچے سمجھے بہت کم ہی جایا کرتی تھی۔

"سونا۔" عقب سے آتی آواز پر وہ جو تیز تیز قدموں اور سنجیدہ چہرے کے ساتھ راہداری میں آگے بڑھتی چلی جارہی تھی، ٹھٹکی ضرور مگر رکی نہیں۔

"زُخرُف!" اب کے پُکارنے والے نے اُسے اُسکے نام سے پُکارا تھا تبھی اُسکا ٹھہر جانالازم تھا۔ جبکہ دستگیر مُصطفیٰ رُکتے دِل سے اُسکی پُشت دیکھ رہا تھا جواب رُکی تھی

WWW.NOVELSCLUBB.COM

جیسے پہلے کی پُکار اُسکے لیئے نہیں تھی۔ جیسے پچھلے نام سے اُسکی واقفیت نہ ہو۔ کسی قدر حیرانگی سے وہ پلٹی اور سامنے ساکن سے کھڑے دراز قامت، گندمی اور وجیہہ نقوش کے مالک شخص کو دیکھ کر وہ چونک گئی۔ کہیں دِل نے کروٹ بھی بدلی تھی لیکن وہ بے خبر تھی۔ سامنے کسی قدر جانا پہچانا چہرہ نظر آرہا تھا۔

"جی؟" اُسکے لہجے کے اجنبی اِستفسار پر سامنے والے کے برسوں سے بندھے سحر میں دراڑ ڈالی تھی۔ وہ سنبھل کر اُس چہرے کو دیکھ رہا تھا جہاں زمانے بھر کی اجنبیت تھی۔ جہاں کسی عہد اور کسی آشنائی کا کوئی تاثر دُور دُور تک نہیں تھا۔

"آپ کون؟" اب کے سوال رُوح و دِل کو گھائل کر دینے والا تھا۔ وہ جو دو قدم آگے بڑھ آیا تھا اُسے اِس سوال نے دو قدم کی مسافت کے باوجود تھکا ڈالا تھا۔ حیرانگی اور صدمے نے دِل کو ہوش دِلایا تو وہ سنبھلا۔

www.novelsclubb.com

"میں؟؟" مدہم سالبوں سے سوالیہ نکلا۔اب وہ کیا بتاتا کہ وہ کون ہے؟اب جب کہ وہ اُس سے پہچان مانگ رہی تھی۔

"میں دَستگیر، تمہارے مُصطفیٰ تایا کا بیٹا۔" وہ پیچھے کھڑے اَرمان کی موجودگی فراموش کر بیٹھا تھا تبھی اُس نے خود کو بے حد مدہم سا بہت برسوں پہلے کے اجنبی تعارف کی طرح کہتے سُنا۔

"اُواچھا! اسلام و علیکم۔" اب کے اُسکے تاثرات پہلے جیسے سَرد اور بیگانہ نہیں رہے تھے لیکن وہ یکسر اجنبیت۔۔۔۔وہ دِل کو مار رہی تھی۔اُسکو یونہی بُت بنا گنگ سا کھڑا چھوڑ کر وہ دوبارہ سے پلٹ کر جارہی تھی شاید وہ پہچان گئی تھی اُسکو۔وہ پرسوں رات والا شخص تھا جس نے اُسکو ڈرادیا تھا۔ہر ایک خیال کو دِل و دماغ سے جھٹک کر وہ تیزی سے مُصطفیٰ تایا کی سٹڈی میں داخل ہو گئی کیونکہ اُنکے کمرے تک اُسکی رسائی نہیں تھی۔ پیچھے حیران سے ارمان نے آگے بڑھ کر اُسکا کندھا چُھوا تو وہ

چونک کر جیسے ڈراؤنے خواب سے بیدار ہوا۔ خالی آنکھوں سے اُس نے حیران سے اَرمان کو دیکھا جو اُسی جیسی بے یقینی کا شکار معلوم ہو رہا تھا۔

"دیکھا! کہہ رہا تھا نہ سب بدل گیا ہے یہاں، سب اُلجھا رہا ہے مجھے، میرے دِل کو زخمی کر رہا ہے۔ میرے عہد سے پیچھے ہٹنے نے سب بدل دیا ہے" وہ جب بولا تو اُسکی آواز کی لرزش پر اَرمان کا دِل دُکھنے لگا۔

"تُو نے اُنکو اپنے عہد سے آزاد جو کر دیا تھا ہو سکتا ہے وہ واقعی بُھول گئی ہوں۔" اَرمان نے وہی کہا جو دَستگیر کا دِل کہہ رہا تھا۔ وہ شاید سب بُھول کر آگے بڑھ چکی تھی۔ جو وہ دیکھنا چاہتا تھا اُسی شے نے اُسکو پَل بھَر میں بے جان کر دیا تھا۔

"چل بابا جان سے مِلواؤں تُجھے۔" سٹڈی میں جانے کے بجائے وہ راہدری میں بنے اُنکے کمرے میں داخل ہوا جہاں وہ اپنی کرسی سے تیزی سے اُٹھ رہے تھے لیکن

اُسکو آتا دیکھ کر چونک کر ٹھہر گئے۔ پریشانی سے اُسکے عقب میں بھی دیکھا تھا اُنہوں نے۔

"اسلام و علیکم بابا جان۔" اُسکے سلام پر وہ چونک کر سنبھلے اور پھر مُسکرا کر اُسکی جانب بڑھے۔

"وعلیکم اسلام بیٹا اور یقیناً یہ اَرمان ہو گا۔" اُن کے وثوق سے کہے جانے پر وہ جو اُنکے تاثرات پر اُلجھا سا تھا، مُسکرا دیا جبکہ اَرمان نے حیرت سے اُنکو دیکھا۔

"اسلام و علیکم انکل۔ میں دَستگیر کا دوست ہوں۔" ہڑ بڑا کر اُنکا آگے بڑھا ہوا ہاتھ تھامتے ہوئے اُس نے اپنی حیرت ہر قابو پاتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"وعلیکم اسلام، جیتے رہو برخوردار۔" اُسکا ہاتھ تھام کر اُسکا کندھا نرمی سے تھپتھپا کر اُنہوں نے کہا جبکہ اُنکے اِس قدر شفیق لہجے پر اُسکا دِل مُسکرا دیا۔

"اور کیسا لگ رہا ہے پاکستان ؟"اُنکے لہجے میں نہیں ہاں اُنکے انداز میں عجلت دَستگیر صاف دیکھ رہا تھا۔

"بہت اچھا انکل، سب کچھ اپنا اپنا سا ہے۔"اُسکے کہے جانے پر وہ بھی تائید میں مُسکرا دیئے۔

"بس اِس ملک کی یہی خاصیت ہے۔" کہہ کر وہ آگے اُنکے برابر سے گزرنے لگے جبکہ دَستگیر حیرت سے اُنکو دیکھ رہا تھا۔

"بیٹے آپ بیٹھو یہاں دَستگیر کے ساتھ میں ذرا اپنی بیٹی سے مل آؤں۔ آپ کا تو یہاں آنا جانا رہے گا، وہ بہت کم آتی ہے میرے پاس"اُنکے لہجے کی یاسیت پر دَستگیر اور اَرمان نے ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ اَرمان نے اثبات میں سَر ہلا کر تیزی سے سائیڈ پر ہو کے اُنکو راستہ دیا۔

"بھابی کی بات کر رہے تھے انکل ؟"دَستگیر کو پُر سوچ سا کھڑا دیکھ کر وہ بولا۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہو سکتا ہے کیونکہ وہی باباجان کی سٹڈی میں گئی تھی ابھی۔" پریشانی سے اُس نے آہستہ سے کہا جبکہ لفظ 'بھابھی' پر وہ دھیان اپنی سوچوں میں اُلجھا نہیں دے سکا تھا۔

"تُو میرے کمرے میں جا، میں ابھی آیا۔" تیزی سے اُسکا کندھا تھپتھپا کر وہ اُسکو یونہی پریشان سے چھوڑ گیا۔

"لیکن تیرا کمرا کہاں ہے؟" پیچھے سے اُس نے پُکارا حالانکہ جانتا تھا وہ جا چکا ہو گا۔ سَر جھٹک کر وہ بھی تیزی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔اِدھر اُدھر اِحتیاط سے دیکھتا ہوا وہ آگے بڑھ رہا تھا کہ کوئی نظر آئے اور وہ اُس سے پُوچھ لے مگر دور دور تک نہ بندہ تھا نہ بندے کی ذات۔۔نئے سرے سے دستگیر پر تپ چڑھنے لگی۔ پیچھے چہرہ پھیر کر دیکھتے ہوئے وہ جو آگے بڑھ رہا تھا، سامنے سے آتے وجود سے بُری طرح ٹکرا یا۔ گھبرا کر سامنے دیکھا اور پھر اِس سے پہلے کہ سامنے موجود خاتون پیچھے کُھلی قدم آدم کھڑکی سے نیچے لینڈ کر جاتی اُس نے ہاتھ میکانکی انداز میں آگے بڑھا کر اُسکو کہنی سے تھام کر اپنی جانب کھینچ لیا اور وردہ جو رُکتے دِل اور سَر میں اُٹھتی

ٹھیسوں کے ساتھ باہر گرنے لگی تھی اِس مزید ناگہانی پر سامنے والے کے کندھے سے جا لگی۔ خوف سے پھیلتی آنکھوں اور ساکت ہوتے دِل سے اُس نے سامنے کھڑے شخص کو چہرہ اُٹھا کر دیکھا جسکی آنکھیں اُسکی ہی طرح حیرت سے ششدر تھیں کہ اچانک اُن آنکھوں میں عجیب سی اُلجھن اُترتے دیکھ کر وہ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہوئی۔

"آپ۔۔۔۔آپ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وہ جو لمحے بھر کے لیئے ہی سہی بُوکھلائی تھی مگر اب اجنبی چہرے کے ساکن ہو جانے نے اُسکو پھر سے اپنی پُرانی جُون میں لا پٹخا تھا۔

"ایک سکینڈ کہیں آپ چور تو نہیں جو یونہی گُھسے چلا آئے ہیں؟" اُسکے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ پا کر اب کے وہ اُونچی آواز میں، دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھتے ہوئے اُچھل کر بولی جبکہ سامنے کھڑے اَرمان کے گرد پھیلتا سحر بھک سے اُڑا، ظاہر ہے اُسکو چُور جو پُکارا گیا تھا۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"محترمہ، لٹ میں اکسپلین۔۔۔" دونوں ہاتھ وضاحتی انداز میں اُٹھاتے ہوئے اُس نے خالص انگلش ایکسنٹ میں کہا جبکہ وردہ صاحبہ کا ماتھا ٹھنکا۔

"انگریز چور۔۔۔۔" وہ دو قدم تیزی سے پیچھے کو ہوئی جبکہ اَرمان کا دِل کیا اپنا سَر سامنے دیوار پر دے مارے۔

"چور چور ہوتا ہے۔ چاہے انگریز ہو یا پاکستانی۔۔۔میں ابھی بتا کر آتی ہوں۔" اِس سے پہلے کہ وہ اُسکو سمجھاتا، اُسکی بے تُکی بات پر گنگ سا اُسکو چیخ کر بھاگ کر جاتے دیکھ کر رہ گیا۔

"یہ کیا تھا؟" بے یقینی سے بالوں میں ہاتھ پھیر کر وہ تیزی سے جہاں سے آیا تھا وہیں جانے لگا یعنی باہر کہ مزید وہ کسی سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔

دَستگیر تیزی سے سٹڈی رُوم کے قریب پہنچ کر جیسے ہی ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر دروازہ کھوُلنے لگا، اُسکو رُک جانا پڑا۔

"تم ملی ہو اُس سے؟" تایا جان کی بات پر وہ جو بلیڈ پریشر دیکھ کر پیچھے کو ہو رہی تھی، چونک گئی۔

"کون؟ صائم۔۔۔آج اُن سے مُلاقات نہیں ہوئی۔" بے حد سادگی سے وہ پھر سے اُسکے ہونے کا نہ ہونا قرار دے چکی تھی۔ جانتی تھی کہ صائم کے فنکشنز قریب ہیں تبھی تایا جان پُوچھ رہے ہیں۔

"نہیں میں دَستگیر کی بات کر رہا ہوں۔" اُنہوں نے اب کے ایک آس سے کہا۔

"اُو اچھا، آپ کے وہ بیٹے جو باہر ہوتے تھے؟ ابھی میں آ رہی تھی تو سلام کیا میں نے۔" اُسکے لہجے میں وہی عام سا انداز تھا جو اچانک کسی اجنبی کا ذکر چِھڑ جانے پر ہو جاتا ہے۔ وہ اُسکے لیئے اَب بھی اجنبی ہی تھا۔

"تمہاری ماں کا فون آیا تھا مجھے۔" اُنکی اگلی بات پر اُسکے تاثرات پہلے جیسے بیگانہ نہیں رہے تھے البتہ چہرہ یونہی سَپاٹ سا تھا۔

"اچھا، خیریت تھی؟" اُسکے لہجے میں ذرا بھی محویت یا اپنائیت موجود نہیں تھی۔ مُصطفیٰ صاحب نے بغور اُسکو دُکھتے دِل سے دیکھا۔

"ماں ہے تمہاری وہ، یاد کر رہی تھی تمہیں۔ کہہ رہی تھی تم نہ مِلتی ہو اُس سے نہ بات کرتی ہو۔" اُنکے کہے جانے پر دَستگیر قدرے پیچھے کو ہوا۔

"آپ جانتے ہیں تایا جان اِیسی بات نہیں ہے۔ میں مصروف ہوتی ہوں۔ خود کو وقت نہیں دے سکتی اپنا تو کسی اور کو کیسے دوں۔" اُسکے لہجے کی بے حسی دَستگیر جیسے دِلگیر شخص کو بغیر کچھ جانے، کچھ سمجھے سُوگوار کرنے لگی تھی۔

"ہاں! میں جانتا ہوں زری اِیسی بات نہیں ہے مگر کیا تمہیں معلوم ہے بیٹا کہ میں تمہیں اِس گھر میں، پورے خاندان میں سب سے اچھے سے جانتا ہوں۔" اپنے بابا

جان کے پُر وثوق انداز پر وہ مُسکرا کر پیچھے کو ہوا۔اُسکو یوں کھڑے ہو کر باتیں سُن لینا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"جانتی ہوں۔۔۔ خیر میں اِس لیئے تو یہاں نہیں آئی نہ۔آپ اپنا خیال رکھا کریں۔ اب تو آپ کے پاس آپکی پوری فیملی موجود ہے پھر کیوں پریشان ہوتے ہیں، طبیعت خراب کرتے ہیں۔" وہ جو پلٹنے لگا تھا بابا جان کے بیمار ہونے کا سُن کر تیزی سے ٹھٹک کر پلٹا۔

"اُسکے بابا جان بیمار تھے؟" دِل کہیں اندر ڈوب کر ابُھرا۔

"تم جانتی ہو بیٹا، مجھے کس کی پریشانی ہے، کس کی حالت مجھے سکون سے نہیں رہنے دیتی۔" اُنکے تھکے تھکے انداز پر وہ نرمی سے مُسکرا کر اُنکے سامنے دو زانوں آ کر بیٹھ گئی۔اِس بات سے غافل کے پیچھے کوئی سٹڈی کا دروازہ کھوُل کر اندر آ چکا ہے۔

"آپ۔۔۔میرا غم نہ کیا کریں تایا جان۔ میرے لیئے خود کو رُوگ مت لگائیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں، بے حد مُطمئن اور بہت خوش۔ آپ نہیں جانتے مگر میرا خُدا جانتا ہے۔" نرمی سے وہ اُسکے باپ کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے بہت عقیدت اور خوشگواریت سے کہہ رہی تھی لیکن اُسکے باوجود وہ نہ جانے کیوں اپنے بابا جان کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر پھِسلتے دیکھ رہا تھا۔

"تو پھر تم نیچے آکر رہو نہ اب مُصطفیٰ کے ساتھ یا پھر یہاں میرے پاس آجاؤ۔ یہ جو باقی کے دِن ہیں تمہارے اِس گھر میں وہ میری آنکھوں کے قریب گزار لو بیٹا۔" مُصطفیٰ صاحب کے انداز پر وہ دھیرے سے مُسکرا دی۔

"میں اُوپر، وہاں پُر سکون ہوں۔ اُس کمرے میں مجھے بہت اچھی نیند آتی ہے اب۔ میں وہاں سے نیچے یا کہیں بھی آنا نہیں چاہتی اور میں جانتی ہوں آپ مجھے بار بار نہیں کہیں گے۔" اُسکے مسکراتی آواز پر دستگیر کی آنکھوں میں کل رات کا منظر لہرانے لگا جہاں وہ اُسکو بالکل ٹھیک نہیں لگی تھی۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بابا جان۔۔۔" پیچھے سے آتی پُکار پر وہ زُخرُف کو تیزی سے سیدھا ہو کر بیٹھ کر اب اپنا دوپٹہ سہی سے دُرست کرتے دیکھنے لگا۔ مُصطفیٰ صاحب چہرے پر ہاتھ پھیر کر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں اَب چلتی ہوں۔ آفس کا کام کل بھی عباد پر چھوڑ آئی تھی۔" تایا جان کا ہاتھ تھام کر چومتے ہوئے وہ بغیر اُسکو ایک نظر تک دیکھے، اُسکے برابر سے ہو کر گزر گئی۔ جبکہ مُصطفیٰ صاحب بغور اپنے بیٹے کے پھیکے پڑتے تاثرات اور چہرہ پھیر کر ہنوز وہاں دیکھتے دیکھ رہے تھے۔ دِل میں پھر سے شدید تکلیف سے ٹھیس اُٹھنے لگی تھی۔

"ارمان چلا گیا؟" اُنہوں نے سنبھل کر اُس سے سوال کرتے ہوئے اُسکو چونکا دیا۔ چہرہ پھیر کر اُس نے اُن کو دیکھا جو اُس سے نظر مِلائے بغیر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بغور اُنکو دیکھنے لگا۔

"دستگیر!" اُنکے پُکارے جانے پر بھی اُس نے کچھ نہیں کہا بلکہ یونہی اُن کو دیکھے گیا۔

"آپکو نہیں لگتا آپکو مجھے کچھ کہنا ہے۔" اُسکے مدہم سوال پر اُنہوں نے کترِاتی نظروں سے اُسکو دیکھا اور اُسکے برابر سے گزرنے لگے۔

"باباجان! آپ مجھے بتائیں گے یا میں چچا جان سے پُوچھ لوں۔" اُسکے سنجیدہ لہجے پر وہ جو راہِ فرار اِختیار کرنا چاہ رہے تھے ٹھٹک کر ٹھہر گئے۔

"پُوچھ لو اُس سے اگر اِتنا اعتبار ہے اُس پر۔" اُن کے یک دم سخت انداز پر وہ چونک کر اُنکو بغور دیکھنے لگا اور وہ سٹڈی ڈیسک سے کوئی کتاب اُٹھا کر خاموشی سے سیدھے ہوئے۔

www.novelsclubb.com

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ جانتے ہیں وہ بات جو میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے، وہ میں نے صرف آپ کو سب سے پہلے بتائی تھی۔"اُنکا ہاتھ نرمی سے تھام کر روکتے ہوئے وہ اُنکو کئی سال پہلے کا عہد یاد کروا رہا تھا

"اور تم خود ہی اپنی اُس خواہش، اُس عہد سے دَستبردار ہو گئے تھے تو اب کیوں بتا رہے ہو مجھے۔"اُنکے سَرد، بے نیاز انداز پر دَستگیر کو لگا اُسکے دماغ کی رگ پھَڑ کنے لگی ہے تبھی گہرا سانس لے کر اُس نے اپنے اعصاب پر فوراً قابو پا لیا۔ضبط کھوُ دینا اُسکے اور سامنے والے کے لیئے بالکل اچھا نہیں تھا۔

"میں نے آپ سے کچھ سال کا مزید اِنتظار مانگا تھا بابا۔"اُس نے کمزور سی آواز میں کچھ کہنا چاہا مگر مُصطفیٰ صاحب نے چہرہ پھیر کر اُسکو جس تیز نظر سے دیکھا وہ ساکن رہ گیا۔اُن آنکھوں میں سخت کبیدگی، ناراضگی اور بے اعتباری تھی۔مَان ٹوٹ جانے کی کِرچیاں تھیں۔

"ہاں! فکر نہ کرو، تمہاری ماں نے تمہاری وہی خواہش پوری کرنے کا پورا بندوبست کرر کھا ہے۔" اُنہوں نے بھی اُسی نرمی سے اپنا بازو چھُڑواتے کر دو ٹوک کہا، الفاظ خوبصورت تھے مگر اُنکا لہجہ بے اِنتہا سَرد، اُسکو یونہی بے یقین، حیران سا چھوڑ کر اُسکے برابر سے گزر کر سٹڈی رُوم سے باہر نکل گئے جبکہ وہ وہیں ساکن سا اپنے دِل کی دھڑکنیں شُمار کرتا رہ گیا۔

اُس شاندار سی دعوت کا آغاز ہو چکا تھا۔ اُنکے خاندان کے سبھی افراد دَستگیر کے اِتنے سال بعد آنے پر خوشی سے اُنکے گھر آئے تھے کیونکہ وہ اپنے خاندان کا سب سے پُر خلوص، مہربان، لوگوں کی خبر رکھنے والا اور دھیمے مزاج کا اِنسان مشہور تھا۔ وہ کسی سے بھی مل کر پہلی ہی مُلاقات میں لوگوں کے دِل میں گھر کر جاتا تھا آخر نام جو دَستگیر تھا، خبر گیری کرنے والا۔

"ویسے فیروزہ تم اَب دَستگیر کی شادی کر دو، میں تو کہتی ہوں صائم کے ساتھ اِسکی بھی رکھ دو بہت لوگوں نے اپنی بیٹیوں کے لیئے آس لگا رکھی ہے۔" آدب سے مل کر جاتے دَستگیر کو دیکھ کر کہنے والی، اُنکے رشتے کی خالہ زاد ثمر تھی۔ اُسکی بات پر فیروزہ بیگم کی پہلے سے تنّی ہوئی گردن مزید تن ّگئ تھی

"کروں گی، جلد ہی ضرور کروں گی لیکن صائم کے ساتھ نہیں۔ وہ صائم کی شادی کی وجہ سے ہی جلد آیا ہے اِیسے میں اُسکو پریشان نہیں کر سکتی۔" اُنکے نزاکت سے کہے جانے پر ثمر نے مُسکرا کر اُنکے ساتھ بیٹھی ماریہ اور نِگار کو دیکھا جو اُنکی تائید میں مُسکرا رہی تھیں۔

"بُرا نہ مانو تو ایک بات کہوں؟" کسی سُوچ کے تحت ثمر نے کہا جبکہ فیروزہ کی مُسکراہٹ تیزی سے سِمٹی۔ جانتی تھی وہ کہ کوئی اِیسی ہی بات آنے والی جو جا کر اُنکے کلیجے کو لگے گی۔

"ضرور کہو۔" ٹیبل کے نیچے، گود میں رکھے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اُنہوں نے بظاہر مُسکرا کر کہا۔

"ویسے زُخرُف بہت اچھی لگتی تمہارے دَستگیر کے ساتھ۔" زُخرُف کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ثمر نے اُسی سادگی سے کہا لیکن سامنے بیٹھی تینوں عورتوں کے چہرے سے مُسکراہٹ اُڑتے وہ نہ دیکھ سکی۔

"زُخرُف کا یہاں کیا ذکر، وہ کسی اور کی امانت ہے۔" یہ کہنے والی ماریہ بیگم تھیں۔ ثمر نے چونک کر اُنکے چہروں کو دیکھا۔

"ہاں، یہ تو ہے لیکن جِس گھر جائے گی اُس گھر کو روشن کر دے گی وہ لڑکی۔" ثمر کے لہجے میں زُخرُف کے لیئے ستائش ہی ستائش تھی۔

"میرا کوئی بیٹا ہوتا تو ایک لمحے کے لیئے بھی مزید نہ سُوچتی۔" پانی کا گلاس اُٹھاتے ہوئے وہ اُسی بے رِیا انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"تمہاری تو بہن کی بیٹی ہے زُخرُف لیکن خیر جہاں نصیب کی بات آجائے کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔" فیروزہ بیگم پر گزرتی شدید نفرت کی قیامت سے بے بہرہ وہ اپنی کہے جارہی تھیں۔

"میں مُصطفیٰ بھائی سے مل کر آتی ہوں۔" رَش میں نظر آتے ملک مُصطفیٰ کو دیکھ کر وہ مُسکرا کر اُٹھ کھڑی ہوئیں جبکہ ماریہ چچی نے سُکھ کا سانس لیا اُس کے اُٹھنے پر۔

"بھابھی! آپ اپنا موڈ نہ خراب کریں۔" پہلو بدلتی فیروزہ بیگم کے ہاتھ پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے ماریہ بگیم نے کہا۔

"اُس لڑکی کے لیئے موڈ خراب کرتی ہے میری جُوتی۔" تنفر سے کہہ کر اُنہوں نے سَر جھٹکتے ہوئے پانی کا گلاس اپنی جانب دھکیل کر مُنہ سے لگالیا جبکہ خاموش بیٹھی نگار چچی تاسف سے اُن دونوں کو دیکھ کر رہ گئیں۔

"اچھا تو یہ ہیں آپکے وہ صاحب زادے جو ایک عرصے سے باہر مُقیم تھے۔" اُن تینوں بھائیوں کے کاروباری مشترکہ دوست احمد دُرانی، دَستگیر سے بغلگیر ہو کر مُسکراتے ہوئے کہنے لگے تو دَستگیر چہرہ جُھکا کر مُسکرا دیا۔

"کیوں بیٹے، باہر ایسا کیا تھا جسکی تلاش میں اِتنے سال باہر گزار دیئے؟" اُنکے اگلے مُسکراتے سوال پر مُصطفیٰ صاحب نے اپنے بیٹے کی سِمٹنے کے بجائے مزید پختہ ہوتی مُسکراہٹ کو دیکھ کر ایک نظر ساتھ کھڑے ملک مرتضیٰ پر ڈالی جو اُنکی نظروں کے سَرد پَن سے بیگانہ مُسکرا کر دَستگیر کو دیکھ رہے تھے۔

"باہر تو کچھ بھی اِیسا خاص نہیں تھا۔ میرے لیئے تو جو کچھ ہے وہ یہیں پاکستان میں ہے" اُس نے یونہی چہرہ جُھکا کر سُوگواری سے کہا جبکہ سیف چچا نے آگے بڑھ کر اُسکا کندھا تھپکا تو وہ چونک کر سَر اُٹھائے، اُنکو دیکھنے لگا۔

"تو پھر، وہاں اِتنا شاندار کامیاب بزنس کھڑا کرنے کی سُوچ کس نے دی؟" اُنکے اگلے کاروباری جواب پر وہ سنبھل کر کھڑا ہوا۔

"بَس ویسے ہی خواہش بیدار ہوئی کہ پاکستان کے علاوہ دُنیا کے اور ملک بھی میری کمپنی کو جانیں۔" کندھے اُچکا کر اُس نے جِس بے نیازی سے کہا اُس پر احمد دُرانی صاحب نے مُسکرا کر اُس نوجوان کو بغور دیکھا۔ اُنکو آجکل کی نوجوان نسل متاثر کرنا کب کا چُھوڑ چکی تھی مگر یہ نوجوان، اُنکو ٹھٹھکا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کم عمری میں، اکیلے سب کچھ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بھئی مُصطفیٰ، تمہارا بیٹا ہر داد کا مُستحق ہے۔" اُنکے خوشگوار انداز پر اُن تینوں بھائیوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا کہ احمد دُرانی کا یوں مُتاثر ہونا کوئی عام بات نہیں تھی۔

"آپ صائم کی شادی پر پھر ضرور آئیں گے، نہ؟" باتوں کا رُخ دوبارہ اُسی سمت پر موڑنے والے مرتضیٰ چچا تھے۔ دَستگیر نے ممنون نظروں سے اُنکو دیکھا اور اُن سب کو پھر سے باتوں میں محو دیکھ کر اجازت چاہتے ہوئے تیزی سے نکل آیا۔

"ارمان کے بچے، کہاں ہے تو؟" کال اُٹھائے جانے پر وہ جُھنجُھلا کر بولا۔

"آرہا ہوں میرا باپ اور اب خبردار جو مجھے اکیلا چھوڑ کر کہیں دفعان ہوا۔" تیز تیز بولتا ہوا وہ سیڑھیاں اُتر کر باہر وسیع و عریض لان کی طرف آتے ہوئے دانت کچکچا کر کہہ رہا تھا۔ اُسکو دُور سے آتا دیکھ کر دَستگیر نے کال کاٹ کر اُسکو دیکھا جو اُس سے بھی زیادہ جُھنجُھلایا ہوا لگ رہا تھا۔

"رِدا، یہ ہے وہ انگریز چور۔۔۔" پاس سے گزرتے سنجیدہ سے شخص کو دیکھ کر اُس نے بہت زور کی سرگوشی کی تھی رِدا کے کانوں میں۔ رِدا نے گڑبڑا کر سامنے والے کو ٹھٹک کر اِس جانب خون آشام نظروں سے دیکھتے پایا۔

"کیا ہوا اَرمان؟" اُسکو وہیں ٹھٹھکتا پا کر دَستگیر بھاگ کر اُس تک پہنچا جس نے دَستگیر کو بھی اُنہی غصیلی نظروں سے دیکھا۔

"اِن محترمہ کو جلدی بتا کہ میں کوئی انگریز چور نہیں، تیرا دوست ہوں۔" اُسکے تیز لہجے پر دَستگیر نے مُسکراتے چہرے کے ساتھ وردہ کو گھورا جو تیزی سے رِدا کی اُوٹ میں چُھپنے لگی تھی۔

"اُو میڈم کدھر چُھپ رہی ہیں۔ سامنے آکر زرا دوبارہ انگریز چور کا نعرہ اُسی بہادری اور عظم سے ماریں۔" اَرمان کے انداز پر دَستگیر کے ساتھ رِدا کی ہنسی بھی بے ساختہ تھی۔

"یار! یہ میری چھُوٹی بہن ہے وردہ، اور وردہ خبردار جو کوئی مزید فضول بات کی، کان کھینچوں گا تمہارے۔" دستگیر کے بتائے جانے پر اَرمان کے چہرے کے تاثرات تیزی سے بدلے۔ اُس نے خاموش نظر اپنے دونوں ہاتھ کانوں کو لگاتی لڑکی کو دیکھا اوراِس سے پہلے کہ اُسکی نگاہ بدلتی، وہ تیزی سے سَر اثبات میں ہلا کر نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔

"میں معافی چاہتی ہوں۔" منمناتی آواز پر اَرمان نے چُونک کر اُسکو دیکھا جو سُرخ، خفگی سے پھُولے گالوں کے ساتھ نظریں جُھکائے اُس سے بحالتِ مجبوری جسطرح معافی مانگ رہی تھی، اَرمان کی سبز آنکھیں مُسکرا اُٹھیں۔

"کوئی بات نہیں، آئیندہ اِحتیاط کیجیئے گا۔" اُسکے جواب پر وردہ نے سَر اُٹھا کر کینہ تُوز نظروں سے اُس انگریز چُور کو دیکھا جسکی سبز آنکھیں نگینوں کی طرح چمک رہی تھی۔ نخوت سے سَر جھٹک کر وہ رِدا کو کھینچتے ہوئے وہاں سے تیزی سے نکل گئی۔

"معاف کرنا یار، چھُوٹی ہے سب سے اِس لیئے اِیسی ہے۔" دَستگیر کی معذرتی آواز پر وہ اپنے خیال سے ٹھٹک کر اُسکو دیکھنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے یار، کوئی بات نہیں۔ تیری بہن میرے لیئے بہت قابلِ عزت ہے۔" مُسکرا کر دَستگیر کے شانے پر بازو دراز کرتے ہوئے اُس نے کہا جبکہ اِدھر اُدھر کچھ تلاشتا دَستگیر مُسکرا بھی نہ سکا۔

"کیا بات ہے، تیری خوشی میں دعوت ہے اور تُو ہی چراغ کی طرح بُجھا ہوا ہے۔" اَرمان نے شرارتی لہجے میں کہتے ہوئے اُسکو ہنسانے کی سَبیل کرنا چاہی مگر اُس میں کامیاب نہ ٹھہرا۔

"اُس کو آج تو یہاں ہونا چاہیئے۔" اُسکی سُوگوار آواز پر اَرمان نے اُسکو دیکھا جسکا ضبط اب رُخصت ہو جانے کو تھا۔

"وہ دیکھ، صائم بُلا رہا ہے۔"، اُسکا دھیان ہر طرف سے جیسے ہٹانا چاہا۔ دستگیر نے چونک کر سائیڈ پر دیکھا جہاں سے صائم مُسکرا کر چلتا ہوا اُن دونوں کی جانب ہی آ رہا تھا۔

"کھانا شروع ہونے والا ہے چیف گیسٹ صاحب اور آپ یہاں تاریکی میں کھڑے ہیں۔" صائم نے مُسکرا کر اَرمان سے گلے مِلتے ہوئے اُسکو کہا جو سنجیدہ معلوم ہو رہا تھا۔

"ایگزیکٹ، یہی کہہ رہا تھا میں اِسکو۔" اَرمان کے تائیدی انداز پر دستگیر نے گہرا سانس لیا۔ کوئی یہاں اُسکو، اُسکے دِل کی سُوگواری کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ کسی کو زُخرُف مرتضیٰ کے دستگیر مُصطفیٰ سے بہت دُور جاتے قدموں کی آہٹ سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ اُسکا جی چاہا وہ ہر اُس منظر سے غائب ہو جائے جہاں وہ نہیں تھی لیکن۔۔۔

"چلیں۔۔۔" اُسکے کہے جانے پر صائم نے اَرمان کو سوالیہ نظروں سے دیکھا اور اَرمان کو نہ چاہتے ہوئے بھی لاعلمی میں کندھے اچکانے پڑے۔لان میں ہی ٹیبلوں اور کرسیوں کی ایک لائن سی لگادی گئی تھی جہاں برقی قمقموں کی رُوشنی میں سب ہی کھانے اور خوش گپیوں میں مشغول تھے سوائے مُصطفیٰ صاحب اور دَستگیر کے۔ وہ جو چاولوں کی پلیٹ میں بے دِلی سے چمچہ ہلا رہا تھا، گہرا سانس لے کر سب کے خوش باش مُسکراتے چہروں کو دیکھ رہا تھا اور مزید اُلجھ رہا تھا، دِل برداشتہ ہو رہا تھا لیکن چہرہ پھیر کر اُس نے جیسے ہی اپنے بابا کو دیکھا وہ ٹھہر گیا۔وہ بھی اُسکی طرح غیر دِلچسپی سے سب کی سُن رہے تھے اور بار بار مُتفکر نظر گزرتے لمحوں کا پتہ بتاتی گھڑی کو دیکھ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ہیں نہ بھائی صاحب۔" سیف چچا نے مُسکرا کر اُن سے کچھ کہا اور جسطرح وہ چونکے، کھانے کی ٹیبل پر یک دَم دَبیز خاموشی چھاگئی۔

"کیا پُوچھ رہے تھے؟" اُنہوں نے پانی کا گلاس بھَرتے ہوئے سرسری انداز میں کہا جبکہ فیروزہ بیگم ناگواری سے اُنکی پریشانی اور تفکر کو دیکھ رہی تھیں۔

"وہ۔۔۔صائم کی شادی کے فنکشنز کا۔" اُنہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھتے ہوئے بات سنبھالنی چاہی۔

"اگلے ہفتے سے شروع تو ہے سب، اللہ خیر سے سب کرے۔" پانی پی کر اُنہوں نے اپنا ایک فون اُٹھایا اور کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ کھانا تو سہی سے کھائیں۔" مہمانوں کی وجہ سے فیروزہ بیگم نے دبی دبی ناگواری بھری آواز میں کہا۔

"بس کھا چکا ہوں پیٹ بھَر کر۔" اُنہوں نے نرمی سے کہا اور کچھ بھی مزید کہے بغیر احمد دُرانی کے ٹیبل کی جانب بڑھ گئے۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کتنا مزہ آنے والا ہے صائم بھائی۔" خاموشی کو وردہ کی چہکتی آواز نے توڑا اور اَرمان نے پھر سے اُس آواز پر سامنے دیکھا۔ وہ جو عین اُسکے سامنے ہی بیٹھ کر چاولوں سے بھرپور اِنصاف کر رہی تھی، اَرمان کو دیکھ کر اِنتہائی بُرے بُرے مُنہ بنانے لگی۔ اپنی ابھر آنے والی مُسکراہٹ کو بامشکل دبا کر وہ کھانے کی پلیٹ کی جانب متوجہ ہو گیا جبکہ اپنے برابر خاموشی سے اُٹھتے دَستگیر کو دیکھ کر اُس نے چہرہ اُٹھا کر سب کو دیکھا، سب اپنے کھانے اور باتوں میں مصروف پھر سے ہو گئے تھے سوائے فیروزہ آنٹی کے۔ وہ بغور اُنکی عقابی، بے چین نظروں کو دُور جاتے دَستگیر پر ٹِکی دیکھ رہا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

میں یہ سوچوں کہ اُسے یاد کراؤں بھی تو کیا

تھی محبت تو کوئی بُھول کہاں سکتا ہے۔۔۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

گھر کے عقبی لان میں آ کر وہ جیسے خود کو اور اپنے دِل کو قدرے پُر سکون ہوتا محسوس کر رہا تھا۔دوسری جانب کی نِسبت یہاں خاموشی بھی تھی اور مدھم چاند کی روشنی ہی واحد روشنی کا ذریعہ تھی۔ عموماً یہاں بھی لائٹس دِن کا سما پیش کیا کرتی تھیں لیکن دوسری جانب ہوتی دعوت کو اثر انگیز بنانے کے لیئے یہاں کی تمام رُوشنیاں گل کی گئی تھیں۔وہ جاتی گرمیوں کی رات تھی اِس لیئے فضا میں مٹی کی مہک اور ہلکی ہلکی ہوا اُسکے تھکتے اعصاب کو سکون پہنچا رہے تھے۔وہ جسے جلا وطنی، وہاں کی سخت محنت، اکیلا پَن، اپنوں کی جُدائی تک نے نہیں تھکنے دیا تھا وہ کسی کی بے رُخی اور لاپروائی پر بُری طرح تھک رہا تھا۔مسئلہ سارا یہی تو تھا کہ اُس کا شُمار کسی میں نہیں ہوتا، وہ دَستگیر کی سونا، اُسکی زُخرُف تھی جسکے ہاتھ دَستگیر کے دِل کے تمام موسموں کا اِختیار تھا۔اُسکا دِل اب یہاں آ کر سب بُھلا کر لالچی ہو کر خوش فہمی میں مبتلا ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

گہرا سانس لے کر چہرہ آسمان کی جانب اُٹھائے، وہ خاموشی سے پُورے چاند کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی تو اِیسی ہی رات تھی، سُہانی رات، خوبصورت آتی گرمیوں کی شَب، جب اُس نے اپنے دِل کو کھوُ دیا تھا۔ جب اُسکا دِل اُسکے ہاتھوں سے پھسل کر اُسکی ہمراہی میں بے سُوچے، سمجھے چل پڑا تھا۔ اُسکی سُنہری، فُسوں پھُونکتی، خاموش آنکھوں نے اِیسی ہی ایک رات میں اُسکا سارا اقرار لوٹ کر اُسکو کسی انجان راہ کا مسافر بنا دیا تھا۔ زُخرُف سے ہونے والی اُسکی پہلی مُلاقات وہ یاد کرے یا تب جب اُسکا دِل اُسکا نہیں رہا تھا؟ دِل اُسکی اُنگلی تھام کر اُسکو پہلی مُلاقات والے دِن لا کھڑا کر رہا تھا۔

وہ گرمیوں کی چھُٹیوں کے آخری پندرہ دِن چل رہے تھے۔ جن دِنوں عموماً اسکولز، کالجز میں گرمیوں کی چھُٹیوں جُون، جُولائی اور تیرہ اگست تک ہوتی تھیں، یہ وہی دُور تھا۔ اِیسے میں اُن سب کو بھی اسکول، کالجز اور یونورسٹی سے چھُٹیاں ملی ہوئیں تھیں جنکا اب اِختتام پندرہ دِن بعد ہونے کو تھا۔ اُسی سجیلی شام کو وہ اور صائم

باہر سے کرکٹ کھیل کر تھکن اور پسینے سے نڈھال ہنستے، مُسکراتے مین گیٹ دھکیل کر اندر آرہے تھے۔ جوگرز کی مٹی وہیں جھاڑنے کے لیئے وہ سر سبز لان کے پاتھ وے پر رُکتے ہوئے اپنے جوگرز گھاس پر رگڑنے لگا۔

"ارے یار! اِیسے ہی آجا۔" ہمیشہ کی طرح صائم یونہی مٹی سے اٹے جوتوں کے سُنگ گھاس کورُوندتا ہوا لکڑی کے دروازے پر کھڑا اُسکو پُکار رہا تھا۔

"ایک سکینڈ آیا۔" جوگرز جھاڑ کر وہ ساتھ ہی خوبصورت پھولوں سے سجی کیاریوں کی سمت نصب نلکے کی جانب بڑھا اور پھر جُھک کر کھُولتے ہوئے وہ اپنا مُنہ دُھو رہا تھا کہ چہرہ پھیرتے ہی اُسکی نگاہ عقبی لان سے لہراتے سیاہ آنچل سے ٹکرائی۔ اُنجھبے سے وہ یونہی جُھکا کھڑا رہا۔

"ہمارے گھر میں کون اِتنے بڑے دوپٹے اُوڑھتا ہے۔" وہ بے شک ایک مہذب، ایلیٹ گھرانے سے تعلق رکھتا تھا لیکن پھر بھی اُنکے گھر کی عورتیں گھر کے اندر

دوپٹے سَر پر نہیں اُوڑھا کرتی تھیں۔ کچھ سُوچ کر وہ تیزی سے عقبی لان کی طرف بڑھا۔

وہ حیرت سے کھڑا، اُس صوفے والے جُھولے پر حجاب اُوڑھے کسی انجان لڑکی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا جسکا اُسکی جانب نیم رُخ تھا۔ دَم تُوڑتی سُورج کی شعائیں اُس اجنبی لڑکی کے چہرے سے ٹکرا کر اُسکو مزید نمایاں کر رہی تھیں۔ وہ جو یونہی خاموشی سے آگے بڑھ رہا تھا قریب آکر حیرانگی سے رُک گیا۔

"کون ہیں آپ؟" اجنبی آواز پر اُس لڑکی کے اندر ہلچل ہوئی اور اُس نے اپنا حجاب کی طرح اُوڑھ رکھا دوپٹہ گھبرا کر دُرست کیا اور پھر چہرہ پھیر کر دیکھا۔ دَستگیر پہلی بار، زندگی میں پہلی بار اِتنی خاموش، اور سُوگوار آنکھیں دیکھ رہا تھا تبھی دِل میں ہلچل ہوئی اور پھر اُسکے دماغ میں کُوندا سا لپکا۔

"آپ مرتضیٰ چچا کی بیٹی ہیں؟" اُسکے اگلے سوال پر اُس نے اُسی خاموشی سے چہرہ واپس پھیر لیا البتہ سَر ہلکے سے اثبات میں ہلایا گیا۔ نہ جانے کون سی شے تھی جس نے بڑے پُر زور طریقے سے دَستگیر کو اُسکی جانب کھینچا۔

"میں آپکے مُصطفیٰ تایا کا بیٹا ہوں، دَستگیر۔" اُسکے بتائے جانے پر وہ ٹھٹک کر پھر اُسکو دیکھنے لگی۔ دَستگیر اُسکے چہرے کی گھبراہٹ کو کم ہوتے دیکھ رہا تھا لیکن اُس عمر کی لڑکیوں کو اُس نے بے حد شوخ اور چنچل دیکھا تھا، اُسکی اپنی بہنیں اِسکی مِثال تھیں جبکہ یہ لڑکی بے حد سنجیدہ اور خاموش لگ رہی تھی۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" کچھ سُوچ کر وہ اُس جھولے کے سائیڈ پر پڑے بینچ پر بیٹھ گیا۔

"زُخرُف۔" وہ لڑکی جسکی عمر وہ دیکھ سکتا تھا کہ پندرہ کے قریب ہے بہت مدھم سا بولی۔ اُسکی آواز اِتنی نرم اور آہستہ تھی کہ دَستگیر لمحے بھر کو خاموش ہو گیا۔

"زُخرف۔۔۔" سنبھل کر اُس نے زیرِ لب کہا۔

"زُخرُف ہے میرا نام۔" اُس نے اپنے نام میں آتی 'ر' کے اُوپر موجود 'پیش' پر زور دیتے ہوئے آہستگی سے کہا جبکہ دَستگیر کے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی۔

"کیا مطلب ہے اِسکا؟" اُس نے خود کو کہتے سُنا، دِلچسپی سے۔

"سوال کا؟" سوالیہ نظروں سے اُسکو دیکھتے ہوئے سوال آیا تو دَستگیر نے بامشکل اپنی ہنسی دبا کر نفی میں سَر ہلایا۔

"آپکے نام کا۔" یہ گفتگو اُسکو مُسکراہٹ سے نواز رہی تھی۔

"سونا۔" لفظی جواب پر دَستگیر نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"کہتے ہیں کہ نام کا اثر بہت ہوتا ہے تو آپ بہت سوتی ہوں گی۔" اُسکی اگلی بات پر اُس پندرہ سالہ زُخرُف نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو خود کو اُسکا کزن کہہ چکا تھا۔ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ اُسکی بے ربط باتوں کا جواب آخر دے ہی کیوں رہی ہے

www.novelsclubb.com

شایداِس لیئے کہ اندر، اِس گھر میں لگتی اُسکے نام کی بیٹھک کے فیصلے اُسکے کان میں نہ پڑھ سکیں۔

"یہ مطلب نہیں ہے۔" اُسکی سنجیدگی اُس نوعمر لڑکے کو ٹھٹکا رہی تھی۔

"تو پھر کیا مطلب ہے آپکے نام کا؟" دونوں ہاتھ باہم مِلا کر جُوڑتے ہوئے اُس احتجاج پر اُسکو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"گولڈ کو عربی میں کہتے ہیں۔" اُسکے جامع جواب پر وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"زُخرُف؟" اُسکے سوالیہ تصدیقی انداز پر زُخرُف نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"پھر تو آپ بہت قیمتی ہوں گی۔" اچانک سے اُسکے مُنہ سے یہ جملہ پِھسل گیا، شاید اُس سنہری سی لڑکی کو دیکھ کر وہ اِیسا سُوچ رہا تھا جبکہ اُسکی بات پر پہلی بار وہ اُسکے تاثرات میں تیزی سے تبدیلی آتے دیکھنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں۔۔۔۔ میں قیمتی تو نہیں ہوں۔" شاید زندگی میں اُسکو اِیسا کسی نے پہلی بار کہا تھا، پہلی بار بتایا تھا تبھی اُسکے دُکھتے دِل نے حیرانگی سے قدرے سائیڈ پر بیٹھے لڑکے کو دیکھا جسکی آنکھوں میں اُسکی بات سُن کر سوال اُتر آئے تھے۔

"قیمتی شے کو تو لوگ اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ہیں نہ" اُسکی اگلی بات پر دَستگیر نے حیرت سے اُسکو لڑکی کو دیکھا۔ وہ سمجھ نہیں سکا کہ وہ سوال ہے یا وہ اُسے بتارہی ہے۔ وہ لڑکی جو اُس سے پانچ سال چُھوٹی مگر عقل، مُدبرت اور سنجیدگی میں کئی سال بڑی لگ رہی تھی۔

"میری طرح دوسری کی جُھولی میں اُسے ڈالنے کے لیئے قلم نہیں پھینکتے۔" وہ جیسے کہیں اور محوسی کہہ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"قلم پھینکنا، مطلب؟" آج دَستگیر مُصطفیٰ کو بہت سے مطلب کے معنی دَرکار تھے۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"قرعہ اندازی۔" یک دِم سَر جُھکا کر وہ اپنے ہاتھوں کو مُسل رہی تھی۔

"میرے لیئے اندر سب قلم پھینک رہے ہیں کہ مجھے کون رکھے گا اگر میں قیمتی ہوتی تو اِسکی ضرورت نہیں پڑھتی۔" اُسکی اگلی تفصیلی بات پر دَستگیر نے چہرہ پھیر کر پیچھے موجود ڈرائینگ رُوم کی کھڑکی کو دیکھا جہاں وہ اپنے سب گھر والوں کو بیٹھے دیکھ رہا تھا۔ جہاں صرف ایک چہرہ نیا تھا وہ تھا دَستگیر کی خالہ اور اُس پندرہ سالہ لڑکی کی ماں کا۔ وہ جانتا تھا کہ مرتضیٰ چچا اور اُسکی نیلم خالہ کی کچھ سنجیدہ وجوہات کی وجہ سے طلاق ہو گئی تھی۔ اُسکے بعد وہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر گئیں تھیں جسے وہ اب دیکھ رہا تھا لیکن اب وہ پھر سے اُنکے سامنے تھیں، نہ جانے کیوں؟

"قلم پھینکنا، یہ لفظ میں نے پہلی بار سُنا ہے۔" چہرہ واپس پھیر کر اُس نے نرمی سے کہا۔ چہرے پر پہلے والا لاابالی پَن مفقود تھا۔

"میں نے دوسری بار سُنا ہے۔" ہاتھوں کو گود میں رکھ کر اُس نے آہستگی سے کہا۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"پہلی بار کب سُنا؟" اُسکے جُھکتے سَر کو دیکھ کر اُس نے کُرید نا چاہا۔

"پہلی بار حضرت مریم علیہ سلام کے لیئے اُنکے اپنے قلم پھینک رہے تھے۔" اُسکی اگلی کہی جانے والی بات نے دَستگیر کو بُھونچکا کر دیا۔

"اور دوسری بار؟" وہ جانتا تھا پھر بھی اُس نے سوال اُٹھایا۔

"دوسری بار میرے اپنے، میرے لیئے قلم پھینک رہے ہیں۔" اُسکی آواز میں سُوگواری محسوس نہیں کی جاسکتی تھی۔

"جب ایک ہی شے یا اِنسان کے بہت سے دعوے دار ہوں تب عموماً قلم پھینکے جاتے ہیں۔" وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اُس نے یہ فلسفہ کیسے اور کیوں بگھار لیا۔

www.novelsclubb.com

"اِیسا ہوتا ہو گا مگر حضرت مریم اور میرے معاملے میں اِیسا نہیں ہوا۔" اُسکی دو ٹوک بات پر دَستگیر نے گہرا سانس لیا۔

"اچھا لیکن میں نے تو سُن رکھا ہے حضرت مریم کی پرورش کسی نبی علیہ سلام نے کی تھی شاید۔"اُس نے اپنی ناقص علم کو کھنگال کر کچھ نیا اِضافہ کرنا چاہا۔

"حضرت زکریا علیہ سلام تھے وہ۔ ہر کسی کو وہ نہیں مل جاتے، ہر کسی کی پرورش اُن جیسوں کے ہاتھ نہیں ہوتی۔"اب کے اُسکی آواز میں جو دُکھ بولنے لگا تھا اُس نے دَستگیر کے پہلے سے نرم دِل کو مزید سُوگوار کرنا شروع کر دیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اُس لڑکی کے پاس پچھلے دو گھنٹے سے بیٹھا ہوا ہے، بغیر اِسکا اِدراک کیئے۔ زُخرُف نے پیچھے سے آتی اُونچی آوازوں پر چہرہ پھیر کر دیکھا۔ دَستگیر بھی تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اُن تیز آوازوں پر چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھنے لگا جسکی تقدیر کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ اُن سُنہری آنکھوں میں خاموشی گہری ہوتے دیکھ کر اُس نے نگاہوں کا زاویہ دِل و نظر کے بدل جانے کے خوف سے کر لیا تھا۔

"وہ آج بھی اُن سب کے درمیان کیوں نہیں تھی؟"دِل بس سُوگواری اور مَلال سے پھٹا جارہا تھا۔

گاڑی اندر کھڑی کر کے وہ اب دروازہ بند کر رہی تھی۔ سامنے ہوتی دعوت کے پیشِ نظر وہ پچھلے دروازے سے گاڑی اندر لے کر آئی تھی۔ ایک ہاتھ میں کل کے وینیو کی فائلز تھامتے ہوئے اُس نے دوسرے ہاتھ سے پیک بیگ کاندھے پر لٹکایا اور پھر عقبی دالان کی خاموشی کو دیکھ کر اُسکے چہرے کو مُسکراہٹ چھُو گئی۔ اندر جانے کا اِرادہ ترک کر کے وہ جُھولے پر آ کر بیٹھ گئی جبکہ بیگ جُھک کر نیچے گھاس پر رکھتے ہوئے اُس نے باری باری اپنے پیروں کو جوتے سے آزاد کر کے نرم، ٹھنڈی گھاس پر ٹِکا لیئے۔

آنکھیں موند کر وہ سَر صوفے کے دَستے پر ٹِکا کر، پاؤں سمیٹ کر خود ہی نرمی سے جُھولا جُھولنے لگی۔ دِن بھر کی تھکان کے بعد وہ ٹھنڈی ہوا رگ و ہو میں جیسے ایک سکون سا سرائیت کر رہی تھی۔ ہر سُو خاموشی چھائی ہوئی تھی اِیسے میں قدرت بھی اُسکے ساتھ اکیلی محسوس ہو رہی تھی۔ وہاں وہ کسی کی موجودگی، کسی کی نظروں کے

گہرے اِرتکاز سے غافل خود میں محو تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ سکون اُسکے اور اُسکی زندگی میں لمحے بھر کے لیئے ہے۔

وہ کب وہیں نیم دَراز نیند کی گہری وادیوں میں اُتری وہ نہیں جانتی تھی۔اُسکو نیند میں اُترتے دیکھ کر دَستگیر اندھیرے سے نِکل کر اُس تک آیا جسکے چہرے پر چاند کی روشنی پڑتے ہوئے اُسکو تابناک کر رہی تھی۔جُھولا آہستگی سے رُوک کر وہ دوزانو اُسکے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔اب کہ اُسکا وہ چہرہ واضح تھا جسکو دیکھتے رہنے کی چاہ میں اُس نے بہت سخت دِن دیکھے تھے۔اُسکے عارضوں پر تھرکتی پلکیں اُسکے خاموش دِل کی دھڑکنوں میں شور برپا کر رہی تھیں۔وہ اُس پر ظلم کرنے کے بعد کیسے سکون سے سُو رہی تھی۔وہ اُسکو بے رُخی کی مار مار کر کیسے یوں اطمینان سے جگہ کا تعین کیئے بغیر سُو سکتی تھی۔اُسکے تھکے چہرے سے ہوتے ہوئے دَستگیر کی نظر اُسکے حجاب تک گئی جسے وہ کئی سال پہلے قدرے ڈھیلا کر کے لیتی تھی کہ اُسکے بال نظر آجاتے تھے مگر اب وہ سَر تا پا جیسے مزید خود کو ڈھک چکی تھی۔

"نہ۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔" وہ جو ہر شے کا ہوش بُھلائے یونہی دوزانو بیٹھا اُسکو دیکھ رہا تھا، زُخرُف کے چہرے کے بدلتے تاثرات پر سنبھل کر پیچھے کو ہوا۔

"چ۔۔۔۔چھ۔۔۔ چھو۔۔۔۔چھوڑو۔" یک دَم سَر اِدھر اُدھر پٹختے ہوئے اُس نے دَستگیر کو ششدر کر دیا۔ کچھ نہ سمجھتے ہوئے وہ ہق دَق سا اُسکے چہرے کو زرد ہوتے دیکھ رہا تھا جس چہرے کو کچھ لمحے پہلے وہ نہارتی نظروں سے، خود کو بُھولے دیکھنے میں محو تھا۔

"نہیں۔۔۔۔نہ۔۔۔۔" اپنی گردن اور چہرے کے گرد سے وہ کوئی اَن دیکھے ہاتھ ہٹانے کی کوشش میں نڈھال سَر پٹخ رہی تھی۔

"س۔۔۔۔زُخرُ۔۔۔" اِس سے پہلے کہ وہ آگے کو ہو کر اُسکو ہلاتے ہوئے اُسکو اُس خوفناک، دِل دہلا دینے والے خواب سے آزاد کرتا وہ تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی۔ تیزی سے پیچھے کو ہوتے ہوئے وہ سنبھل کر کھڑا ہوا کہ

WWW.NOVELSCLUBB.COM

اپنی صفائی دے سکے مگر وہ اُسکو دیکھتی تو تب نہ۔ وہ شاید اب بھی اُسکی موجودگی سے یکسر غافل اپنے گرد کندھے پر ڈالی چادر مضبوطی سے اُوڑھ کر، بیگ سے پانی کی بوتل نکال رہی تھی اور دستگیر کے دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے وہ پانی کی بوتل اپنے سَر پر پوری کی پوری اُلٹ دی۔ تیز سانسوں میں اعتدال آرہا تھا اور دستگیر حیرت سے اُسکو دیکھ رہا تھا جو اپنی چیزیں تیزی سے سمیٹنے کے ساتھ اَرد گرد خوفزدہ نظروں سے جائزہ لیتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پیروں میں گویا جوتے ڈالنے کا موقع بھی اُس نے خود کو نہیں دیا۔

اُسکو تیزی سے اپنی نظروں سے اُوجھل ہوتے دیکھ کر بھی اُسکا اِضطراب میں مبتلاء دِل بے یقین سا کھڑا تھا۔ نیچے چہرے کو جُھکا کر اُسکی جوتیاں دیکھیں اور پھر ضبط سے سُرخ پڑتی آنکھوں کے ساتھ اُس نے وہ جوتے اُٹھا لیئے اور پھر وہ مُصطفیٰ چچا کے گھر کی جانب بڑھا۔ سیڑھیوں کو عبور کرتا ہوا وہ تیزی سے اُوپر اُس پُورشن میں آگیا جس میں اُس دِن زُخرُف کو دیکھا تھا۔ سیڑھیاں طے کر کے سامنے موجود دروازے کے

پاس آکر ٹھہر گیا۔ لمحے بھر کے لیئے اُسکا ہاتھ، دروازہ کھٹکھٹانے کو اُٹھا مگر وہ ایسا نہیں کر سکا اور اُسکا وہ ہاتھ بے دَم ہو کر پہلو میں آگرا۔ جُھک کر اُس نے دروازے کے باہر اُسکے سیاہ سینڈل رکھے اور پھر دوسری نظر دروازے پر ڈالے بغیر پلٹ گیا کیونکہ جانتا تھا کہ اگر اُس نے پلٹ کر دیکھا وہ مزید اِس عجیب کیفیت میں خود کو مبتلا نہیں رکھ پائے گا۔

صبح وہ معمول کے بر خلاف جلدی جاگی تھی کیونکہ آج اُس نے عباد کے ساتھ وینیو پہ جانا تھا۔ نماز پڑھ کر اُس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا اور چار: تیس بجتے دیکھ کر اُس نے جاگرز پہن کر کمرے کا دروازہ کھُولا اور وہ جو اُوپر چہرہ کر کے آگے بڑھ رہی تھی، کسی شے کے پاؤں سے ٹکرانے پر اُس نے چہرہ جُھکا کر نیچے دیکھا اور پھر کسی قدر حیرت سے جُھک کر اپنے سینڈلز کو دیکھنے لگی۔ ایک نظر سیڑھیوں پر ڈال کر، اُس نے پاؤں کی مدد سے اُن سینڈلز کو اندر کیا اور کمرے کا لاک لگاتے ہوئے تیزی

سے سیڑھیوں عبور کر گئی۔ گھر میں ظاہر ہے سب رات گئے تک جشن مَنانے کے بعد خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہوں گے۔ گہرا سانس لے کر اُس نے لکڑی کا آبنوسی دروازہ کھُولا اور باہر نِکل آئی۔ صبح کی ٹھنڈی، پُرسکون ہوا نے جیسے اُسکے سُوتے ہوئے ذہن و دِل کو جھنجھوڑ کر شاد کر دیا۔ صبح کی واک اُسکو اِسی لیئے بے حد پسند تھی جس کو کام کی وجہ سے اُسکو اکثر ملتوی بھی کرنا پڑ جاتا تھا۔ آنکھیں موند کر وہ چلتے ہوئے عقبی صحن میں جاتے ہوئے کانوں میں ائیر پوڈز لگا کر جوگنگ شروع کر رہی تھی۔

"اسلام و علیکم!" سامنے سے آتے تایا جان کو دیکھ کر آہستگی سے مُسکرا کر وہ ٹھہر گئی۔ کانوں سے ایک ایئرپُوڈ نکال کر اُنکو دیکھا جو یقیناً اُسکو وہاں دیکھ کر جا گرز کے ساتھ اِہتمام کر کے آئے تھے۔

"وعلیکم اسلام!" اُنکی جانب دوسرا آئیرپُوڈ بڑھاتے ہوئے اُس نے نرمی سے کہا تو اُنہوں نے مُسکرا کر کانوں میں لگا لیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح ایک ہی چیز سُن رہی تھی۔

"آپ واک شروع کریں میں زرا بوتل لے کر آتی ہوں۔" فون اُنکے برابر رکھتے ہوئے وہ تیزی سے عقبی دالان پار کر گئی۔اُنہوں نے چہرہ پھیر کر اُسکے فون کو دیکھا،دِل میں کچھ جان لینے کی خواہش سَر اُٹھانے لگی مگر اُنہوں نے سَر جھٹک کر نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"اسلام و علیکم بابا جان!" عقب سے آتی آواز پر اُنہوں نے چُونک کر پیچھے کو دیکھا اور پھر وہاں جہاں سے زُخرُف گئی تھی۔گہرا سانس لے کر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"وعلیکم اسلام،تم کیوں جلدی جاگ گئے؟"اُنکے سوال پر وہ جو اُنکے کانوں میں ائیر پُوڈ دیکھ رہا تھا،مُسکرا دیا۔

" کمپنی کے پُروجیکٹ کا ایونٹ ہے تو ایونٹ پلانر کو وینیو دِکھانا ہے۔"اُسکے جواب پر اُنہوں نے سَر ہلایا۔خاموشی پر اُس نے اُنکے کانوں سے ایئرپُوڈز نرمی سے نکال لیئے۔

"کیا سُن رہے ہیں، کہیں اِمی جان سے چُھپ کر۔۔۔۔" شرارتی لہجے میں کہہ کر اُس نے بات اُدھوری چھوڑ کر ایئرپُوڈ کانوں میں لگا کیا جب کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑے۔ وہ اُس سے ناراض نہیں تھے۔

"بدمعاش، باپ کو اِیسے کہتے ہیں۔" اُنہوں نے اُسکے کندھے پر تھپڑ مارا جبکہ وہ کسی قدر حیرانگی سے سورہ ملک کی خوبصورت تلاوت سُننے لگا۔

"یہ کون سے قاری ہیں۔ بہت اچھی، رُلا دینے والی آواز ہے اِن کی؟" اُسکے سوال پر وہ چونک کر اُسکو دیکھنے لگے۔

"زری بھی یہی کہتی ہے۔ قاری مشاری کی سورہ ملک اُسکے دِل کو رُونے کا بہت اچھا موقع فراہم کرتی ہے۔" اُنکے کہے جانے پر اُس نے چُونک کر اُنکو دیکھا جن کے چہرے پر بات کے آخر میں اُداس کر دینے والی مُسکراہٹ چھا گئی تھی۔ دستگیر نے خاموشی سے ایئرپُوڈ نکال کر سائیڈ پر رکھ دیا۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، سامنے

www.novelsclubb.com

سے پانی کی بوتل تھام کر آتی زُخرُف کو دیکھ کر اُسکی دھڑکنیں سُست پڑنے لگیں جبکہ مُصطفیٰ صاحب نے چہرہ پھیر کر اُسکو بغور دیکھااور اُسکے چہرے پر جو زُخرُف کو دیکھ کر جذبات دَر آئے تھےاُس نے اُنکو حیرانگی سے ٹھٹکادیا۔

"نہیں۔۔۔یہ میرا وہم ہے یاشاید میری حسرت جو مجھےیوں نظر آرہی ہے۔"اپنی ہی سُوچ کو جھٹکتے ہوئےاُنہوں نے جیسے خود کو پھر سے کسی بھی اُمید کو باندھنے سے رُوک دیا۔

"تایاجان۔۔۔!وہ جو قریب آکے سَر اُٹھائےاُنکو بوتل دینے لگی تھی،اُنکے ساتھ بیٹھے دَستگیر کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔نامحسوس طریقے سے اُس نے اپنادوسراہاتھ اچھے سے اُوڑھ رکھے حجاب پر پھیر کر جیسےاُسکی یقین دہانی چاہی۔دَستگیر جو محو ہو کر اُسکو دیکھ رہاتھااُسکے عجیب،غیر آدام دِہ سے تاثر پر سنبھل کر نگاہوں کازاویہ بدل گیا۔

WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اسلام و علیکم!" زُخرُف کی مدھم آواز پر اُس نے حیرانگی سے اُسکو دیکھا جو اُسکو نظرانداز کر کے اب اُسکے باپ کو بوتل تھما رہی تھی۔

"و علیکم اسلام۔" اُس نے خود کو بے حد آہستگی سے کہتے سُنا، شاید وہ آواز اُس تک ہی محدود رہی تھی۔

"یہ دستگیر ہے، تم نے پہچانا زری؟" وہ جب بولے تو اُنکے لہجے میں بے حد اِشتیاق سا تھا۔ فون اُٹھاتی زُخرُف نے اُنکے لہجے کو محسوس کر کے اُنکو دیکھا جن کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ اُنکے معصومانہ پَن پر دھیرے سے مُسکرا دی اور دستگیر، نہ جانے کتنے سالوں بعد وہ دِل کو چُراتی مُسکراہٹ دیکھ رہا تھا، اُسکا مسحور ہو جانا واجب تھا۔

"جی تایا جان! اِنہوں نے بتایا تھا۔" سادگی سے کہتے ہوئے اُس نے دستگیر کے دِل پر پھر سے کاری ضرب لگائی۔ وہ جو یہاں اپنے زخمِ نارسائی پر اُسکے مہربان ہاتھوں کا مرہم رکھنے آیا تھا، اُسی کے ہاتھوں مزید ضربیں کھاتا جا رہا تھا۔

"تم نے پہچان لیا تھا زری کو؟ سال بھی تو کتنے گزر گئے۔" اُنکے اگلے سوال پر دستگیر نے سنبھل کر اُنکو دیکھا جنکی آنکھوں کی چمک کو وہ ماند پڑتے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں! میں پہچان نہیں سکا۔ واقعی کئی سال گزر گئے ہیں۔" اُسکے لہجے کے حزن اور الفاظ پر زُخرُف نے چونک کر اپنے اُس کزن کو دیکھا جو سب کی طرح اُس کے لیئے بھی اب اجنبی ہی تھا۔ مُصطفیٰ صاحب نے اُسکے الفاظ پر چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو فون میں مصروف ہو جاتی زُخرُف کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر سے اُلجھ رہے تھے۔ اُنکی سماعتوں میں اِتنے سال گزر جانے کے باوجود دستگیر کا وہ لہجہ ماند نہیں پڑتا تھا جب اُس نے اُنکے دِل کو دُکھاتے ہوئے، زُخرُف کے لیئے سب کے سامنے اِنکار کیا تھا تو پھر۔۔۔۔ وہ اُسکی آنکھوں میں کیا دیکھ رہے تھے؟

www.novelsclubb.com

"تایا جان! میں پھر چلتی ہوں، عباد کا میسج آگیا ہے۔" خاموشی کو توڑتے ہوئے اُس نے پہل کی تھی۔

"تم پھر سے ناشتہ نہیں کرو گی۔" اُسکو پانی کی بوتل واپس تھماتے ہوئے وہ جیسے پُوچھ نہیں رہے تھے۔

"جی! میں آفس جاکر کھالوں گی، اللہ حافظ۔" عجلت میں فون تھام کر ساتھ بیٹھے شخص کو یکسر بُھلا کر وہ تیزی سے پلٹی۔

"زُخرُف۔" وہ جو چند قدم ہی آگے بڑھی تھی، اُس سماعتوں کے لیئے اَنجان ہوتی آواز پر چونک کر نا سمجھی سے پلٹی۔ دَستگیر نے اُسکے پلٹنے پر خامشی سے ہاتھ میں تھاما سیاہ ایئرپُوڈ سامنے کیا۔ زُخرُف نے ایک نظر اُسکو اور پیچھے بیٹھے تایا جان کو دیکھا۔

"آپ اِسے ڈسٹ بِن میں پھینک دیں۔" اُس نے ایئرپُوڈز کو دیکھے بغیر نرمی سے کہا اور پھر پلٹ کر چلی گئی جبکہ وہ حیرانگی سے یونہی ہاتھ آگے بڑھا کھڑا رہا۔

"زُخرُف کسی اور کی ہاتھ لگائی ہوئی چیز اِستعمال نہیں کر سکتی۔" اُٹھتے ہوئے اُنہوں نے اُسکے بڑھے ہوئے ہاتھ سے ایئرپُوڈز پکڑتے ہوئے اپنا دوسرا ہاتھ آگے بڑھایا

جس پر پندرہ کے حساب سے اُنہوں نے ایئرپُوڈز تھامے ہوئے تھے اور وہ سب بائیں کان کے تھے۔ تعجب سے اُس عجیب بات پر اُس نے چہرہ اُٹھا کر اُنکو دیکھا جو اُسکا کندھا نرمی سے تھپتھپا کر وہی ایئرپُوڈ کانوں میں لگاتے ہوئے اب واک کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

"آ جاؤ بیٹا۔" اُنکی پُکار پر اُس نے چونک کر اُنکو دیکھا جنکی آواز میں وہ پہلے والا جُوش مفقود تھا اور یونہی بے چین سا اُنکی جانب بڑھ گیا۔

جاری ہے!

www.novelsclubb.com